من عادی لی اولیا فقد آذنته بالحرب ٥ (بخاری)

اولیاء اللہ کی اہانت کا وبال

تالیف

ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدنی

خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی
قدس اللہ سرہ العزیز

www.IslamicBooksLibrary.wordpress.com

Darul Uloom Al Madania

182, SOBIESKI STREET,
BUFFALO NY-14212. (U.S.A.)
TEL : 001-716-892-2606
FAX : 001-716-892-6621

[illegible]

اولیاء اللہ کی اہانت کا وبال

تالیف

ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدنی

[illegible]

www.IslamicBooksLibrary.wordpress.com

Darul Uloom Al Madania

182 SOBIESKI STREET

BUFFALO NY 14212 U.S.A.

TEL 001-716-892-2606

FAX 001-716-892-6621

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱	دیباچہ	۴
۲	تقریظ مولانا مفتی محمد خان پوری صاحب مدظلہم	۸
باب اول		
۳	اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی علامات	۱۰
۴	ولی کی تعریف	۱۰
۵	اولیاء اللہ سے محبت	۱۲
۶	اولیاء اللہ کی پہچان	۱۴
باب دوم		
۷	اولیاء اللہ کی اہانت	۱۶
۸	اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے	۲۵
۹	اہل اللہ کے معاملہ میں ہر صورت میں احتیاط کی ضرورت	۳۲
۱۰	اہل اللہ سے محبت کا حکم	۳۶
۱۱	علماء کے بارے میں محتاط گفتگو کی ضرورت	۴۴
باب سوم		
۱۲	چند عبرتناک واقعات	۵۳
۱۳	حضرت سعد بن ابی وقاصؓ	۵۳
۱۴	حضرت سعید بن زیدؓ	۵۵

نمبر شمار	مضمون	صفحہ نمبر
۱۵	حضرت عثمان بن عفانؓ	۵۶
۱۶	قاتلانِ حسینؓ کا عبرتناک انجام	۵۶
۱۷	حجاج بن یوسف کا انجام	۶۲
۱۸	حضرت بابا فرید الدینؒ کے واقعات	۶۹
۱۹	حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے واقعات	۷۲
۲۰	حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے واقعات	۷۵
۲۱	حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کا واقعہ	۷۶
۲۲	شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ کے واقعات	۷۷
۲۳	حضرت مولانا سید سلیمان ندوی کا واقعہ	۹۴

دیباچہ

الحمد للّٰہ الذی کفٰی و سلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی اما بعد

آج ہماری شامت اعمال کی وجہ سے جو چیزیں ہم سے نکلتی جارہی ہیں، ان میں سے ایک اہم چیز اہل اللہ سے محبت ہے۔ یہ یہود و نصاریٰ جو آج ہر طرف چھائے ہوئے ہیں۔ ان کا کردار اپنے بزرگوں کے بارے میں انتہائی قابل نفرت اور گھناؤنا رہا ہے۔ یہود، جن کی آسمانی کتابوں کو عیسائی بھی مانتے ہیں اور عیسائیوں کی انجیل یہود کی بائبل کے بغیر نامکمل سمجھی جاتی ہے، اپنے بزرگوں کے ساتھ بدسلوکی اور توہین آمیز سلوک کرنے کی وجہ سے غضب الٰہی کا مورد ٹھہرے۔ قرآن کریم نے بار بار یہ بات کہی ہے کہ یہودی اللہ تعالیٰ کے غضب اور لعنت کے اس لئے مستحق ہیں کہ وہ انبیاء کو قتل کر دیتے تھے، حق بات ماننا تو کجا اسے سننا بھی انہیں گوارا نہ تھا۔ وہ اپنی خواہشات اور نفس پرستی سے لمحہ بھر کے لئے بھی باہر نکلنے کے لئے آمادہ نہ تھے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ضربت علیھم الذلۃ این ماثقفوا الا بحبل من اللہ وحبل من الناس وباء وا بغضب من اللہ وضربت علیھم المسکنۃ ذلک بانھم کانوا یکفرون بآیت اللہ ویقتلون الانبیاء بغیر حق ذلک بما عصوا و کانو یعتدون O (آل عمران : ۱۱۲)

"ان پر ذلت مسلط کر دی گئی (ہے) خواہ وہ کہیں بھی پائے جائیں ، الا یہ کہ اللہ کی طرف سے یا لوگوں کی طرف کوئی سہارا ہو وہ غضب الٰہی کے مستحق ہو چکے ہیں ، ان پر پستی ڈال دی گئی ہے ، یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کے منکر ہو جاتے تھے اور انبیاء کو بلا وجہ قتل کر ڈالتے تھے اور یہ سب اس وجہ سے ہوا کہ انہوں نے نافرمانی کی اور اللہ کی حدود سے پار بار نکل جاتے تھے۔"

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یا ایھا الذین آمنوا لا تکونوا کالذین آذوا موسی فبراہ اللہ مما قالوا وکان عنداللہ وجیھا ہ (الاحزاب : ۱۰۰)

"اے ایمان والو ! تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے موسیٰ کو ستایا ، پھر اللہ نے اسے بے عیب دکھا دیا اس سے جو وہ کہتے تھے ، اور وہ اللہ کے ہاں بڑی آبرو والا تھا۔"

ایک اور جگہ ارشاد ہے :

لعن الذین کفروا من بنی اسرائیل علی لسان داود وعیسی ابن مریم ذلک بما عصوا وکانوا یعتدون o

(المائدۃ : ۷۸)

"بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر اختیار کیا ، ان پر داؤد اور عیسیٰ ابن مریم کی زبان سے لعنت بھیجی گئی ، یہ اس وجہ سے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے۔"

آج یہود و نصاریٰ کی محبت ، ان کی ذہنی و معاشی غلامی اور ان کے رہن سہن کی مرغوبیت نے ہمیں بھی انہیں کی طرح خوف خدا سے خالی اور گستاخ بنا دیا

ہے۔ مغربی ممالک کروڑوں روپے صرف اس مد میں خرچ کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کے دلوں سے بھی (اپنے بے نور اور سخت دلوں کی طرح) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور اولیاء اللہ کی محبت نکال دیں، کیونکہ یہ محبت جب دل میں جگہ پالیتی ہے تو اپنا اثر دکھائے بغیر نہیں رہتی، آج کہیں نام نہاد محققین کے نام پر کہیں آزادیٔ فکر کے نام پر اور کہیں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کی بھی ذہنی غلامی سے آزادی کے نام پر حضرات صحابہ کرامؓ، آئمہ مجتہدین علماء ومحدثین اور اولیاء امت کو ہدف تنقید بنایا جارہا ہے، ان پر اس بے رحمی سے حملے کئے جارہے ہیں، ان کے خلاف اس طرح سے بدگمانی پیدا کی جارہی ہے کہ ایمان کو سلامت رکھنا مشکل ہوتا جارہا ہے۔

زیر نظر رسالہ میں ہم نے اسی پہلو پر روشنی ڈالی ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں، ان سے محبت کتنی ضروری ہے، ان کے ساتھ بھی تحقیر بیانہ رویہ برتنا، ان کی شان میں گستاخی کرنا، جو منہ میں آئے ان کے بارے میں بک دینا۔ کس قدر خطرناک اور نقصان دہ امر ہے، جس سے خدانخواستہ ایمان سلب ہو جانے کے علاوہ دنیا میں بھی غضب الٰہی اور ذلت ومسکنت کا ہدف بن جانے کا خطرہ ہے۔

اس رسالہ میں ہم نے محض نمونہ کے طور پر چند ایسے لوگوں کے واقعات نقل کر دیئے ہیں جنہوں نے اولیاء اللہ کا دل دکھایا اور دنیا میں بھی اس کی سزا بھگتی۔ صرف یہ چند واقعات ہی نہیں اس قسم کے ہزاروں واقعات تاریخ کی کتابوں میں مل جاتے ہیں اور اس کا عملی مشاہدہ اپنے گرد وپیش میں معمولی سی نظر گھما کر ہر وہ شخص کرسکتا ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے ذرا بھی ایمان کا نور رکھا ہے۔

نیز اس رسالہ کے مطالعہ کے وقت یہ بات بھی ملحوظ رکھنا چاہئے کہ یہ بزرگان دین اور اللہ والے وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی مخلوق سے پیار کرتے ہیں اور اپنے محبوب پیغمبر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پر چلتے ہوئے بالعموم

عفوودرگزر سے ہی کام لیتے ہیں مگر یہ کہ کہیں کہیں انہیں ایسا دکھ دیا جاتا ہے کہ بے ساختہ وہ بارگاہ الٰہی میں فریاد کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں اور اگر وہ زبان سے کچھ بھی نہیں کہتے تب بھی غیرت الٰہی عذاب کا کوڑا ان بدبختوں پر برسا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم، حضرات صحابہ کرامؓ، آئمہ مجتہدینؒ، اولیائے کرامؒ اور اپنے محبوب بندوں کی محبت نصیب فرمائے اور ان کی سچی پیروی کی توفیق نصیب فرمائے۔ **اللھم انا نسئلک حبک وحب من یحبک**

اس رسالہ میں بھی حسب معمول میرے تینوں بیٹے عزیزان مولوی منصور، مولوی ابراہیم اور مفتی حسین احمد سلمھم میرے شریک کار رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل میں برکت عطا فرمائے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اپنے مخلص مولانا محمد عبدالمعز سلمہ کا شکریہ ادا نہ کروں جنہوں نے مضامین کی تلاش اور رسالہ کی ترتیب میں اس ناکارہ سے بھی زیادہ محنت اور کوشش کی۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور علم وعمل کی مزید ترقیات سے نوازے۔ آمین

ڈاکٹر محمد اسماعیل میمن مدنی عفی عنہ

خادم : دارالعلوم المدنیہ بفیلو، نیویارک

۲۸ رجمادی الاول ۱۴۲۲ھ / بمطابق ۱۸ راگست ۲۰۰۱ء

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب مدظلہم

اسلام نے خالق ومخلوق کے آداب وحقوق کو جس وضاحت وتفصیل کے ساتھ تعلیم فرمایا اور اس کے حدود کی رعایت کی جس قدر تاکید فرمائی۔ یہ ایسی روشن حقیقت ہے جس کا انکار کوئی معاند ہی کرسکتا ہے، ادنیٰ مومن کی تحقیر اورایذاء رسانی کو حرام قرار دیا گیا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے موقع پر جو خاص ہدایات امت کو عطا فرماکر فلیبلغ الشاھد الغائب کا فرمان جاری فرماکر اس کو مزید مؤکد فرمایا، ان میں بھی اسی چیز کو خصوصا شامل فرمایا گیا۔ ایک عام مومن کے ساتھ جب یہ معاملہ برتا گیا تو اللہ تعالیٰ کے مقبول بارگاہ اور خاصان خدا کی تعظیم وتوقیر اور ان کی ادنیٰ دل آزاری سے کتنا ڈرایا جاسکتا ہے، اس کا اندازہ لگانا مشکل نہیں۔ عصر حاضر میں دینی اور اخلاقی اقدار کو جس طرح ختم کیا جارہا ہے اس سے ہر مومن واقف ہے اور اہل اللہ اور صالحین کی عزت وآبرو تارتار کرکے ان کی کردارکشی کا جو سلسلہ شروع ہوچکا ہے، وہ بے شمار لوگوں کو غضب خداوندی کا مورد بنا رہا ہے اور حیرت وتعجب تو اس پر ہے کہ ان حضرات کو یہ بھی معلوم نہیں کہ وہ کس خطرناک راہ پر چل رہے ہیں؟ ضرورت تھی کہ اس خطرناک راہ پر چلنے

والوں کو آگاہ کر کے باز رکھا جاتا۔ ہمارے بزرگ حضرات ڈاکٹر الحاج اسماعیل میمن صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب نور اللہ مرقدہٗ) کو اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے کہ اس موضوع پر اکابر کی تحریرات سے مفید مواد منتخب فرما کر مرتب فرمایا اور بڑی دلسوزی کے ساتھ اس مہلکہ سے بچانے کی سعی فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو نافع و مفید بنائے اور اس فتنہ میں پڑنے سے امت کی حفاظت فرمائے۔ آمین یارب العالمین

حضرت مولانا مفتی احمد خانپوری صاحب

خادم الافتاء والحدیث جامعہ اسلامیہ، ڈابھیل

نزیل دارالعلوم مدنیہ۔ بفیلو، نیویارک

۴ ربیع الآخر ۱۴۲۲ھ

باب اول

اولیاء اللہ کی تعریف اور ان کی علامات

اللہ تعالیٰ شانہ نے اپنے کلام پاک میں اپنے مقبول بندوں کا ذکر متعدد جگہ فرمایا ہے۔ کہیں ان کو اولیاء اللہ فرمایا گیا ہے، کہیں صادقون، کہیں مقربون، کہیں سابقون اور کہیں ابرار وغیرہ کے الفاظ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے :

الا ان اولیاء اللّٰہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون ٥
الذین آمنوا وکانو یتقون ٥ لھم البشری فی الحیوۃ
الدنیا وفی الآخرۃ لا تبدیل لکلمت اللہ ذلک ھو
الفوز العظیم ٥ (یونس : ٦٤)

''یاد رکھو ! جو لوگ اللہ کے دوست ہیں، نہ انہیں کوئی ڈر ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے (یہ وہ لوگ ہیں) جو ایمان لائے اور (معاصی سے) پرہیز کرتے رہے، ان کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی خوشخبری ہے (یہ اللہ کا وعدہ ہے) اور اللہ کی باتوں میں کچھ فرق نہیں ہوا کرتا۔''

ولی کی تعریف

مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں : ''اولیاء''''ولی'' کی جمع ہے۔ لفظ ''ولی'' عربی زبان میں قریب کے معنیٰ میں بھی آتا ہے اور دوست اور محب کے معنیٰ

میں بھی۔ اللہ تعالیٰ کے قرب و محبت کا ایک عام درجہ تو ایسا ہے کہ اس سے دنیا کا کوئی انسان وحیوان بلکہ کوئی چیز بھی مستثنیٰ نہیں۔ اگر یہ قرب نہ ہوتو سارے عالم میں کوئی چیز وجود ہی میں نہیں آسکتی، تمام عالم کے وجود کی اصلی علت وہی خاص رابطہ ہے جو اس کو حق تعالیٰ سے حاصل ہے۔

مگر لفظ ''اولیاء اللہ'' میں یہ درجہ ولایت کا مراد نہیں بلکہ ولایت و محبت اور قرب کا ایک دوسرا درجہ بھی ہے، جو اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندوں کے ساتھ خاص ہے۔ یہ قرب محبت کہلاتا ہے جن لوگوں کو یہ قرب خاص حاصل ہو وہ ''اولیاء اللہ'' کہلاتے ہیں۔ جیسا کہ ایک حدیث قدسی میں ہے کہ میرا بندہ نفلی عبادات کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ میں بھی اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو پھر میں ہی اس کے کان بن جاتا ہوں، وہ جو کچھ سنتا ہے، میرے ذریعہ سنتا ہے، میں ہی اس کی آنکھ بن جاتا ہوں۔ وہ جو کچھ دیکھتا ہے، مجھ سے دیکھتا ہے، میں ہی اس کے ہاتھ پاؤں بن جاتا ہوں، وہ جو کچھ کرتا ہے، مجھ سے کرتا ہے۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ اس کی کوئی حرکت وسکون اور کوئی کام میری رضا کے خلاف نہیں ہوتا۔'' (معارف القرآن۔ جلد۴۔ص ۵۴۸)

مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں کہ : ''اولیاء اللہ (خدا کے دوست) وہ لوگ ہیں جو ایمان اور تقویٰ کے ساتھ موصوف ہوں، جس درجہ کا ایمان اور تقویٰ ہوگا اسی درجہ کی ولایت ہوگی۔ اس اعتبار سے ہر مومن ولی ہے۔''

کتاب وسنت کے عرف میں ''ولی'' اس شخص کو کہتے ہیں کہ جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ کا ایمان اور تقویٰ پایا جاتا ہو وہ یہ کہ اللہ کی عظمت اور اس کا جلال ہر وقت اس کی نظروں کے سامنے ہو اس کا قلب اللہ کی محبت اور اس کی خشیت سے لبریز ہو اور لفظ ''الذین آمنوا و کانو یتقون'' اولیاء اللہ کی تعریف ہے کہ اللہ کا ولی وہ ہے جو نور ایمانی اور نور تقویٰ سے منور ہو یعنی قوت نظریہ اور قوت

عملیہ کے لحاظ سے کامل اور مکمل ہو یا بالفاظ دیگر ولی وہ ہے جو ایمان میں کامل ہو اور حتی الوسع حق عبودیت میں مقصر نہ ہو۔ (معارف القرآن۔ ج ۳۔ ص ۶۰۶)

مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں : "(اولیاء اللہ) اور اس ولایت خاصہ کے درجات بے شمار اور غیر متناہی ہیں، اس کا اعلیٰ درجہ انبیاء علیہم السلام کا حصہ ہے کیونکہ ہر نبی کا ولی اللہ ہونا لازم ہے۔ اور ادنیٰ درجہ اس ولایت کا وہ ہے جس کو صوفیائے کرام کی اصطلاح میں درجہ فنا کہا جاتا ہے، جس کا حاصل یہ ہے کہ آدمی کا قلب اللہ تعالیٰ کی یاد میں ایسا مستغرق ہو کہ دنیا میں کسی کی محبت اس پر غالب نہ آئے، وہ جس سے محبت کرتا ہے اللہ کے لئے کرتا ہے۔ اس کے حب و بغض اور محبت و عداوت میں اپنی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہوتا۔ جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس کا ظاہر و باطن اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں مشغول رہتا ہے اور وہ ہر ایسی چیز سے پرہیز کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ہو اس حالت کی علامت یہ ہے کہ کثرت ذکر اور دوام طاعت۔ یہ دو وصف جس شخص میں موجود ہوں وہ ولی اللہ کہلاتا ہے، جس میں ان دونوں میں کوئی ایک نہ ہو، وہ اس فہرست میں داخل نہیں۔ پھر جس میں یہ دونوں موجود ہوں، اس کے درجات ادنیٰ و اعلیٰ کی کوئی حد نہیں انہیں درجات کے اعتبار سے اولیاء اللہ کے درجات سے متفاضل اور کم وبیش ہوتے ہیں۔

اولیاء اللہ سے محبت

چونکہ یہ اولیاء اللہ، اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت فرماتے ہیں اور ان کی محبت اپنے نیک بندوں کے دلوں میں بھی ڈال دیتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

ان الذین آمنوا وعملوا الصلحت سیجعل لھم

الرحمن ودا (مریم : ۹۶)

''بلاشبہ جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کئے۔
اللہ ان کے لئے (خلائق کے دل میں) محبت پیدا کر دے گا۔''

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں :

''مطلب یہ ہے کہ اللہ ان سے محبت کرے گا یا ان کے دل میں اپنی محبت پیدا کرے گا یا مخلوق کے دل میں ان کی محبت ڈال دے گا۔'' (موضح القرآن)

مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ لکھتے ہیں کہ ایمان اور عمل صالح جب مکمل ہوں اور بیرونی عوارض سے خالی ہوں تو ان کا خاصہ یہ ہے کہ مومنین صالحین کے درمیان آپس میں بھی الفت و محبت ہو جاتی ہے، ایک نیک صالح آدمی دوسرے نیک آدمی سے مانوس ہوتا ہے ۔ دوسرے تمام لوگوں اور مخلوقات کے دلوں میں بھی اللہ تعالیٰ ان کی محبت پیدا فرما دیتے ہیں۔

بخاری، مسلم، ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حق تعالیٰ جب کسی بندے کو پسند فرماتے ہیں تو جبرئیل امین سے کہتے ہیں کہ میں فلاں آدمی سے محبت کرتا ہوں تم بھی ان سے محبت کرو۔ جبرئیل امین سارے آسمانوں میں اس کی منادی کرتے ہیں، اور سب آسمان والے اس سے محبت کرنے لگتے ہیں پھر یہ محبت زمین پر نازل ہوتی ہے۔ (تو زمین والے بھی اس محبوب خدا سے محبت کرنے لگتے ہیں)

حضرت ہرم بن حیانؒ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اپنے پورے دل سے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تمام اہل ایمان کے دل اس کی طرف متوجہ فرما دیتے ہیں۔ (معارف القرآن۔ ج ۶۔ ص ۵۹ بحوالہ قرطبی)

مولانا ادریس کاندھلویؒ لکھتے ہیں : ''جاننا چاہئے کہ مقبولیت و محبوبیت اور چیز ہے، اور شہرت اور چیز ہے، دونوں میں بڑا فرق ہے۔ مقبولیت اور محبوبیت کی ابتدا نیک بندوں اور خدا پرستوں سے ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں

کے دل میں اس کی محبت ڈال دیتے ہیں پھر رفتہ رفتہ اس کو قبول عام ہو جاتی ہے۔ باقی محض اخباری شہرت یا کسی غلط فہمی کی وجہ سے عوام الناس کا کسی لیڈر کی طرف جھک جانا یہ مقبولیت عنداللہ کی دلیل نہیں۔ خوب سمجھ لو!

اولیاء اللہ کی پہچان اور ان کی صحبت میں رہنے کا حکم

اولیاء اللہ پر چونکہ اللہ کی محبت غالب ہوتی ہے اور ان کا ہر ہر عمل اللہ کی رضا جوئی کے لئے ہوتا ہے، اس لئے اللہ رب العزت نے ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے کا حکم تمام اہل ایمان کو دیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

یا ایھا الذین آمنوا اتقوا اللہ و کونوا مع الصادقین

(توبہ : ۱۱۹)

''اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔''

اس آیت میں مسلمانوں کو تقویٰ اختیار کرنے کا حکم دیا گیا اور اس کی تدبیر یہ بتائی کہ صالحین اور صادقین کی صحبت اختیار کرو، پھر ''صادقین'' کا لفظ اختیار فرما کر اللہ والوں کی پہچان بھی بتائی کہ وہ وہ لوگ ہوتے ہیں جن کا ظاہر و باطن یکساں ہوں، نیت و ارادہ بھی سچا ہو، قول کے بھی سچے ہوں اور اعمال بھی اچھے اور سچے ہوں۔

حدیث میں اولیاء اللہ کی پہچان میں اسی بات کو ایک دوسرے انداز میں پیش کیا گیا :

عن ابن عباسؓ قال قال رجل یارسول اللہ من اولیاء اللہ قال الذین اذا رئوا ذکر اللہ

''حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا ''یا رسول اللہ! اولیاء اللہ کون

ہوتے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ''وہ لوگ جنہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے۔''

گویا اولیاء اللہ کے اعمال اس درجہ شریعت کے حکموں کے مطابق ہوتے ہیں۔ اور ان کا ظاہر و باطن تعلق مع اللہ میں اس قدر سچا ہوتا ہے کہ دیکھنے والا (اگر سیاہ اعمالی کی وجہ سے اپنا ضمیر بالکل ہی نہ برباد کر چکا ہو) تو فوراً پہچان لیتا ہے کہ یہ شخص اللہ والا ہے۔

چونکہ انسان طبعاً صحبت سے متأثر ہوا کرتا ہے۔ اس لئے حکم دیدیا گیا کہ اگر تم بھی اللہ کے محبوب بنا چاہتے ہو تو ان لوگوں کی صحبت اختیار کرو جن کے ساتھ بیٹھ کر اللہ کے ذکر کی توفیق ہو، دل میں اللہ کا خوف پیدا ہو اور دنیاوی فکروں میں کمی محسوس ہو اور یہی علامت ولی اللہ ہونے کی ہے۔

قاضی ثناء اللہ پانی پتی ؒ لکھتے ہیں : ''اولیاء اللہ کو اللہ سے قرب اور بے کیف مصاحبت حاصل ہوتی ہے اسی وجہ سے ان کی ہم نشینی گویا اللہ کی ہم نشینی اور ان کا دیدار اللہ کی یاد دلانے والا اور ان کا ذکر اللہ کے ذکر کا موجب ہوتا ہے، ان کی مثال ایسی ہے کہ جیسے سورج کے سامنے رکھا ہوا آئینہ، جو سورج کی شعاعوں سے جگمگاتا ہے اور اس آئینہ کے سامنے جو چیز رکھی جاتی ہے، آئینہ کی عکس ریزی سے وہ چیز بھی روشن ہو جاتی ہے۔ ایک بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالٰی نے اولیاء کے اندر اثر پذیری اور اثر اندازی کی قوی طاقت رکھی ہے۔ ان کا حضور اللہ کے سامنے حضور کا ذریعہ اور ان کو دیکھنا اور ان کے ساتھ بیٹھنا اللہ کی یاد کا موجب ہوتا ہے، مگر شرط یہ ہے کہ دیکھنے والے اور بیٹھنے والے کے دل میں انکار نہ ہو (کہ منکروں کو کوئی فیض حاصل نہیں ہوتا) واللہ لا یھدی القوم الفاسقین اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جس نے میرے ولی سے دشمنی کی میں نے اس سے جنگ کا اعلان کر دیا۔ (تفسیر مظہری۔ ج ۵۔ ص ۳۴)

باب دوم

اولیاء اللہ کی اہانت

گزشتہ مباحث سے معلوم ہوگیا کہ ولی کون شخص ہوتا ہے اور عند اللہ اس کا کیا مرتبہ اور مقام ہوتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس سے محبت کرنے، اس کا احترام کرنے اور اس کی صحبت میں بیٹھنے کا حکم دیا گیا ہے۔

لیکن اس سے محبت کرنے، اس کا احترام کرنے اور اس کی صحبت کو غنیمت سمجھنے کے بجائے اگر اس سے بدگمانی رکھی جائے، اس کے بارے میں غیر محتاط گفتگو کی جائے، اسے گالیاں دی جائیں، اس سے نفرت اور عداوت رکھی جائے تو کس قدر خطرناک بات ہوگی، کیونکہ اس شکل میں آدمی اللہ کے حکم پر عمل ہی نہیں کرتا اس کو معمولی سمجھ کر مقابلہ اور ضد پر آجاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے صرف دو گناہوں کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ ان کا ارتکاب براہ راست غیرت خداوندی کو للکارنا اور اس کی طرف سے اپنے خلاف اعلان جنگ کروانا ہے۔ ان میں سے ایک گناہ تو سود لینا اور دینا ہے۔ قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا:

یا ایها الذین آمنوا اتقوا الله وذروا مابقی من الربوا ان کنتم مؤمنین ○ فان لم تفعلوا فاذنوا بحرب من الله ورسوله وان تبتم فلکم رؤس اموالکم لا تظلمون ولا تظلمون ○ (البقرہ : ۲۷۸-۲۷۹)

"اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو، اور جو کچھ سود کا بقایا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم ایمان والے ہو لیکن اگر تم نے ایسا نہیں کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف سے جنگ کے لئے خبردار ہو جاؤ اور اگر تم توبہ کرلو تو تمہارے اصل اموال تمہارے ہی ہیں نہ تم کسی پر ظلم کرو گے اور نہ تم پر کسی کا ظلم ہوگا۔"

دوسرا بڑہ گناہ جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان جنگ کیا گیا ہے، وہ اللہ کے محبوب بندوں سے دشمنی ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اللہ قال من عادی لی ولیا فقد آذنتہ بالحرب وما تقرب الی عبدی بشیٔ احب الی مما افترضت علیہ ومایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احبہ فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ و بصرہ الذی یبصر بہ ویدہ التی یبطش بھا ورجلہ التی یمشی بھا ولئن سألنی لاعطینہ ولئن استعاذنی لاعیذنہ وما ترددت عن شی انا فاعلہ ترددی عن نفس المومن یکرہ الموت وانا اکرہ موتہ

(بخاری کتاب الرقاق، باب التواضع)

"حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں (اور یہ اس وجہ سے کہ) میرا بندہ جن جن عبادتوں سے میرا قرب حاصل کرتا ہے ان میں سے کوئی عبادت مجھ کو

اس سے زیادہ پسند نہیں جو میں نے اس پر فرض کی ہے اور میرا بندہ (فرائض ادا کرنے کے بعد) نفل عبادتیں کر کے مجھ سے اتنا نزدیک ہو جاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب وہ میرا محبوب ہو جاتا ہے تو میں ہی اس کے کان ہو جاتا ہوں، جس سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ دیکھتا ہے، اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں، جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں، جس سے وہ چلتا ہے، وہ اگر مجھ سے مانگتا ہے تو میں اس کو دے دیتا ہوں وہ اگر کسی (دشمن یا شیطان) سے میری پناہ چاہتا ہے، تو اس کو محفوظ رکھتا ہوں اور مجھ کو کسی کام میں جس کو میں کرنا چاہتا ہوں، اتنا تردد نہیں ہوتا، جتنا اپنے مومن بندے کی جان نکالنے میں ہوتا ہے، وہ تو موت کو (جسمانی تکلیف کی وجہ سے) برا سمجھتا ہے، اور مجھے بھی اسے تکلیف دینا برا لگتا ہے۔''

میرے آقا مرشدی شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں: **من عادیٰ لی ولیا فقد آذنته بالحرب** ''جو شخص میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میری طرف سے اس کو اعلان جنگ ہے۔'' تم خود سمجھ لو کہ اللہ جل شانہٗ سے لڑائی کر کے دنیا میں کون شخص فلاح پا سکتا ہے اور آخرت کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ یہ مضمون کئی حدیثوں میں مختلف الفاظ سے نقل کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اوقات میں مختلف الفاظ سے اس پر متنبہ فرمایا ہے، چنانچہ الفاظ بالا حضرت ابوہریرہؓ کی روایت سے بخاری شریف میں نقل کئے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ یہ روایت حضرت

عائشہؓ، حضرت میمونہؓ، حضرت معاذؓ، حضرت انسؓ، حضرت ابو اسامہؓ، وہب بن منبہؒ سے بھی نقل کی گئی ہے۔

بعض روایتوں میں وارد ہوا ہے، جس شخص نے میرے ولی کو ستایا وہ میرے ساتھ لڑائی پر اتر آیا۔

ایک حدیث میں آیا ہے جو میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ میرے ساتھ مقابلہ کے لئے سامنے آتا ہے۔ (فتح الباری)

حضرت عمرؓ ایک مرتبہ مسجد نبوی میں تشریف لائے تو دیکھا کہ حضرت معاذ بن جبلؓ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر مبارک کے قریب بیٹھے رو رہے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے دریافت کیا، معاذ کیوں رو رہے ہو، عرض کیا میں نے اس (پاک) قبر والے (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ایک بات سنی تھی اس کی وجہ سے رو رہا ہوں (مبادا میں کہیں مبتلا نہ ہو جاؤں) میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ تھوڑا سا دکھلاوہ بھی شرک ہے، اور جو شخص اللہ کے کسی ولی کے ساتھ دشمنی کرتا ہے وہ اللہ کے ساتھ لڑائی کے لئے مقابلہ کرتا ہے۔ (حاکم مستدرک)

ایک حدیث میں آیا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "حضرت جبرئیل علیہ السلام نے اللہ جل شانہٗ سے نقل کیا ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے لڑنے کے لئے مقابلہ میں آتا ہے۔ میں اپنے اولیاء کی حمایت میں ایسا ناراض ہوتا ہوں جیسے غضبناک شیر۔ (درمنثور)

حضرت وہبؒ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت داؤدؑ کی کتاب (زبور) میں اللہ جل جلالہٗ کا یہ ارشاد دیکھا ہے کہ میری عزت و جلال کی قسم، جو شخص میرے کسی ولی کی اہانت کرتا ہے وہ مجھ سے مقابلہ پر اتر آیا ہے۔

(درمنثور۔ ج ۳۔ ص ۱۸۹)

علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے:

صحیح بخاری کی حدیث میں ہے کہ اللہ جل شانہٗ ارشاد فرماتے ہیں کہ ”جو میرے ولی کے ساتھ دشمنی کرے، اس نے میرے ساتھ دشمنی کا اعلان کیا۔“ یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے جو اولیاء کے بارے میں وارد ہوئی ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرما دیا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے کسی ولی سے عداوت رکھے وہ اللہ جل شانہٗ سے لڑائی باندھنے کے لئے میدان میں آیا۔

اور دوسری حدیث میں ہے کہ ”میں اپنے ولی کے لئے ایسا انتقام لیتا ہوں، جیسا جنگجو شیر اپنا بدلہ لیتا ہے اور یہ اس لئے کہ یہ اولیاء اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے اور اللہ تعالیٰ سے موالات (دوستی) کی اور اس کو پسند کرتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ نے پسند کیا، اور اس سے بغض رکھتے ہیں جس سے اللہ نے بغض رکھا، اور اس سے راضی ہوئے جس سے اللہ راضی ہوا، اور اس سے ناراض ہوئے جس سے اللہ ناراض ہوا، اور اس کا حکم کیا جس کا اللہ نے حکم کیا، اور اس سے رک گئے جس سے اللہ نے روک دیا۔“

امام نوویؒ ”شرح مہذب“ میں لکھتے ہیں :

بخاری شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ ”اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے کہ جو شخص میرے کسی ولی کو ستائے، میری طرف سے اس کو لڑائی کا اعلان ہے۔“

خطیب بغدادیؒ نے حضرت امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ سے نقل کیا ہے ”اگر فقہاء علماء اللہ تعالیٰ کے ولی نہیں ہیں تو

پھر کوئی اس کا ولی نہیں ہے۔"

حبر الامت حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ "جو شخص کسی فقیہ (عالم) کو اذیت پہنچائے اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی۔"

حافظ ابوالقاسم ابن عساکرؒ فرماتے ہیں کہ "میرے بھائی ایک بات سن لے! اللہ تعالیٰ جل شانہٗ مجھے اور تجھے اپنی رضا کے اسباب کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو ان لوگوں میں داخل فرمائے جو اس سے ڈرنے والے ہوں اور جیسا کہ چاہئے ویسا تقویٰ (اختیار) کرنے والے ہوں۔ یہ بات سچی ہے کہ علماء کے گوشت (غیبت) نہایت زہریلے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کی پردہ دری میں اللہ تعالیٰ کی عادت سب کو معلوم ہے کہ جو علماء کی اہانت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی پردہ دری فرماتے ہیں جو شخص ان کو عیب لگانے میں لب کشائی کرتا ہے، مرنے سے پہلے حق تعالیٰ شانہٗ اس کے دل کو مردہ بنا دیتے ہیں۔" (اکابر کی شان میں گستاخی۔ص ۱۲۔۴)

کتنا اندیشہ ناک معاملہ ہے، اللہ تعالیٰ سے جس کی لڑائی ہو، اس کا بھلا ٹھکانہ کہاں اور پھر اگر اس کی سزا میں ہاتھ پاؤں ٹوٹ جائیں، ناک، کان، آنکھ جاتے رہیں، تب بھی سہل ہے کہ دنیا کی تکلیف بہرحال ختم ہونے والی ہے اور اس نوع کے نقصان سے توبہ کی امید ہے لیکن خدانخواستہ کوئی دینی نقصان پہنچ جائے، کسی بددینی میں مبتلا ہو جائے تو کیا ہو۔ آئمہ نے کہا ہے کہ گناہوں میں کوئی گناہ بھی ایسا نہیں جس کے کرنے والے کو اللہ جل شانہٗ نے اپنے ساتھ لڑائی سے تعبیر

فرمایا ہو بجز اس گناہ کے اور سود کھانے کے، کہ حق تعالیٰ شانہٗ نے ان دونوں کو اپنے ساتھ جنگ سے تعبیر کیا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان دونوں کا گناہ بہت ہی زیادہ بڑھا ہوا ہے اور ان لوگوں کے سوء خاتمہ کا سخت اندیشہ ہے۔ (مرقاۃ شرح مشکوٰۃ)

صاحب مظاہر حق نے بھی لکھا ہے :

''اللہ تعالیٰ سے بندے کی لڑائی دلالت کرتی ہے، خاتمہ بد ہونے پر۔ ایک مسلمان کے لئے خاتمہ بالخیر ہونا انتہائی مرغوب ہے اور لازوال نعمت ہے اور جس چیز سے خاتمہ کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو تم ہی سوچو کہ کتنی خراب چیز ہوگی۔''

شیخ احمد (ابن اثیرؒ) نے جامع الاصول میں لکھا ہے :

''ان حضرات صوفیاء پر انکار کرنا جو سنت کے متبع ہوں اور بدعت کے توڑنے والے ہوں، بالخصوص وہ حضرات جو علم نافع اور عمل صالح رکھتے ہوں اور معارف واسرار کے حامل ہوں، زہر قاتل ہے اور بڑی ہلاکت ہے، بڑی سخت وعید اس بارے میں وارد ہوئی ہے اور بڑی خطرناک چیز ہے، یہ اس بات کی علامت ہے کہ دل میں اللہ جل شانہٗ سے اعراض ہے اور امراض سے بھرا ہوا ہے، ایسے شخص کے خاتمہ کے خراب ہونے کا معاذ اللہ اندیشہ ہے۔''

علامہ شعرانیؒ ''طبقات کبریٰ'' میں لکھتے ہیں :

''امام ابو تراب نخشبی جو مشائخ صوفیاء میں ہیں، فرماتے ہیں کہ جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہٗ سے اعراض کے ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا

ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا خوگر ہو جاتا ہے۔"

(شریعت وطریقت کا تلازم۔ص، ۲۲۸، ۲۴۶)

حضرت شیخ علی خواصؒ جو مشہور اولیاء میں ہیں، فرماتے ہیں :

"اپنے آپ کو اس چیز سے نہایت محفوظ رکھنا کہ ایسے شخص کی بات پر کان دھرو، جو علماء و مشائخ صوفیہ پر (بلا کسی شرعی وجہ کے) اعتراض کرتا ہو کہ اس کی وجہ سے تم اللہ جل شانہٗ کی نگاہ حفاظت سے گر جاؤ گے۔ اور اللہ کی ناراضی اور غصہ کے سزاوار ہو گے۔" (طبقات کبریٰ)

حضرت گنگوہی نور اللہ مرقدہ کا ارشاد ہے کہ :

"جو لوگ علمائے دین کی توہین کرتے ہیں اور ان پر لعن و تشنیع کرتے ہیں، ان کا قبر میں قبلہ سے منہ پھر جاتا ہے۔"

(ارواح ثلثہ۔ص، ۳۲۶) (اکابر کی شان میں گستاخی۔ ایضاً)

حضرت اقدس بقیۃ السلف حجۃ الخلف شاہ عبدالعزیز صاحب نور اللہ مرقدہ نے اپنی تفسیر میں "ذلک بما عصوا وکانو یعتدون" کے ذیل میں ایک مضمون تحریر فرمایا ہے کہ :

"ان یہود کو کفر اور انبیاء کے قتل پر جرأت اس وجہ سے ہوئی کہ انہوں نے انبیاء کی نافرمانی کی اور یہ خصلت نافرمانی کی ان میں آہستہ آہستہ محکم ہوتی گئی اور یہ لوگ گناہوں میں حد سے تجاوز کرتے گئے۔ یہاں تک کہ ان گناہوں کو بہتر جاننے لگے اور جو ان گناہوں سے منع کرتا تھا، اس کو اپنا دشمن سمجھتے تھے، رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی کہ انبیاء کو جو گناہوں کے منع کرنے میں مبالغہ کرتے تھے، قتل کر ڈالا اور قرآن (اللہ

کی آیات) کا صریح انکار کیا۔

اور یہ گناہوں کی نحوست ہوتی ہے کہ آہستہ آہستہ اعتقاد میں بھی فتور پھر تغیر پیدا کر دیتا ہے، اسی وجہ سے علماء ربانی گناہوں کی مداومت سے نہایت تاکید سے منع کرتے ہیں کہ وہ رفتہ رفتہ اچھے معلوم ہونے لگتے ہیں اور جو چیز ان سے مانع ہو اس کی برائی دل میں جم جاتی ہے حتیٰ کہ آخر نوبت کفر کے حدود تک پہنچ جاتی ہے۔ چنانچہ کہا جاتا ہے :

من تهاون بالآداب عوقب بحرمان السنة ومن تهاون بالسنة عوقب بحرمان الفرائض ومن تهاون بالفرائض عوقب بحرمان المعرفة

''جو شخص شریعت کے آداب کو خفیف اور ہلکا سمجھتا ہے اس کو سنت سے محرومی کا عذاب دیا جاتا ہے اور جو شخص سنت کو ہلکا اور خفیف سمجھتا ہے اس کو فرائض سے محرومی کی سزا دی جاتی ہے اور جو فرائض کو ہلکا سمجھتا ہے وہ معرفت کی محرومی میں مبتلا ہوتا ہے۔''

یہ بہت ہی سخت اندیشہ ناک بات ہے، شریعت کے معمولی آداب کو بھی استخفاف اور فضول سمجھ کر نہیں چھوڑنا چاہئے کہ اس سلسلہ کی ہر کڑی اپنے سے اوپر کی دولت سے محرومی کا سبب بنتی ہے، چہ جائیکہ کے اہل کے احترام کو جو اہم آداب میں ہے۔

اور رجب آداب کے ساتھ استخفاف کا سلسلہ فرائض کے ساتھ استخفاف اور انتہا میں کفر تک پہنچانے والا ہو تو تم ہی سوچو کتنا خطرناک معاملہ ہے، لوگ معمولی آداب اور معمولی گناہوں کو ہلکا سمجھ کر لاپرواہی کرتے ہیں، لیکن یہ نہیں سمجھتے

کہ دین کا ہر ہر جزو کچھ ایسا آپس میں مرتبط ہے کہ ہر کڑی دوسرے کے ساتھ وابستہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو قوم کسی بدعت کو اختیار کرتی ہے، اللہ جل شانہ ایک سنت ان سے اٹھا لیتے ہیں جو قیامت تک ان کی طرف نہیں لوٹتی۔ (مشکوۃ شریف)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جب اللہ جل شانہ کسی شخص کے ہلاک فرمانے کا ارادہ کرتے ہیں تو سب سے پہلے اس سے حیا اور شرم کو زائل کر دیتے ہیں اور جب وہ بے شرم بن جاتا ہے تو اس کو تو دیکھے گا کہ وہ لوگوں کی نگاہوں میں مبغوض بن جائے گا، اور جب اس حالت کو پہنچ جائے گا تو اس سے امانت زائل ہو جائے گی اور وہ خائن بن جائے گا اور علی الاعلان خیانت کرنے لگے گا اور جب اس حالت کو پہنچ جائے گا تو اس کے دل سے رحمت نکال لی جائے گی اور وہ مخلوق پر شفقت نہ کرے گا اور جب اس درجہ پر پہنچ جائے گا تو لوگوں کے ہاں مردود اور ملعون بن جائے گا اور جب اس درجہ پہنچ جائے گا تو تو دیکھے گا کہ اسلام کی رسّی اس کے گلے سے نکل جائے گی۔ (جامع الصغیر)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "جو شخص کسی مسلمان کو اذیت پہنچاتا ہے، وہ مجھ کو اذیت پہنچاتا ہے اور جو مجھ کو اذیت پہنچاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو اذیت پہنچاتا ہے۔ (جامع الصغیر) کتنی سخت بات ہے جب عام مسلمانوں کا یہ حکم ہے تو اللہ والوں کو اذیت پہنچانا جو حقیقی معنوں میں مسلمان ہیں کتنا سخت ہوگا۔

(الاعتدال فی مراتب الرجال۔ ص ۱۲۰۔ ۱۷)

اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانا گناہ کبیرہ ہے

اولیاء اللہ کو اذیت پہنچانا کیونکہ سوء خاتمہ اور کفر تک پہنچا دینے والا عمل

ہے۔ اس پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں اس لئے علماء نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔ امام ذہبی کبیرہ گناہوں کے بارے میں اپنی مستقل تصنیف ''کتاب الکبائر'' میں لکھتے ہیں :

''اکاونواں گناہ کبیرہ اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانا اور ان سے دشمنی رکھنا ہے، اللہ رب العزت کا ارشاد ہے :

ان الذین یؤذون اللّٰہ ورسولہ لعنھم اللّٰہ فی الدنیا والآخرۃ واعدلھم عذاباً مھینا ○ والذین یؤذون المؤمنین والمؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتانا و اثما مبینا ○ (الاحزاب : ۵۷۔۵۸)

''جو لوگ اللہ اوراس کے رسولؐ کو ستاتے ہیں، اللہ نے ان کو دنیا اور آخرت میں پھٹکارا، اور ان کے واسطے ذلت کا عذاب تیار رکھا ہے، اور جو لوگ بے گناہ مسلمان مردوں اور عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں انہوں نے جھوٹ اور صریح گناہ کا بوجھ اٹھایا۔''

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

'جو میرے کسی ولی سے دشمنی کرتا ہے، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں۔'' (بخاری)

اور ایک روایت کے الفاظ ہیں :

''وہ مجھے جنگ کے لئے دعوت دیتا ہے۔'' (بخاری)

ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

''اے ابوبکرؓ اگر تو نے ان (فقراء مہاجرین) کو ناراض کر دیا تو تو نے اپنے پروردگار کو ناراض کر دیا۔'' (کتاب الکبائر۔ص، ۱۲۹)

علامہ ابن حجر مکیؒ کبیرہ گناہوں کے بارے میں اپنی مستقل تصنیف ''الزواجر عن اقتراف الکبائر'' میں لکھتے ہیں :

''پینسٹھ واں کبیرہ گناہ اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانا اوران سے دشمنی رکھنا ہے۔''

اس کے بعد علامہ موصوف نے اولیاء اللہ کے ستانے پر صحیح بخاری کی احادیث نقل کی ہیں، جن میں اس فعل کو براہ راست اللہ سے اعلان جنگ قرار دیا گیا ہے۔ پھر وہ لکھتے ہیں :

تنبیہ : اولیاء اللہ کی اہانت کے کبیرہ ہونے پر بعض علماء نے واضح تصریح کی ہے کیونکہ اس گناہ پر صریح وعید آئی ہے اور اس وعید سے زیادہ صریح وعید کیا ہوگی کہ اسے اللہ سے جنگ قرار دیا گیا ہے، جس کی وعید سوائے سود کھانے کے کسی اور گناہ پر نہیں سنائی گئی۔

اور ظاہر ہے جس سے اللہ دشمنی کرے وہ ہرگز فلاح نہیں پاسکتا، العیاذ باللہ اس کا لازمی انجام یہ ہوگا کہ وہ کفر پر مرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہمیں اس سے محفوظ رکھے۔

آگے علامہ ابن حجرؒ لکھتے ہیں :

میں نے زرکشی کی کتاب ''الخادم'' میں دیکھا ہے۔ انہوں نے اس حدیث (اللہ کی طرف سے اعلان جنگ) کو نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''غور کرو اس اہل اللہ کی اہانت پر وہی وعید سنائی گئی ہے جو سود کھانے پر سنائی گئی ہے۔''

حافظ ابن عساکرؒ لکھتے ہیں : بھائی ! اللہ مجھے اور

تجھے نیکی کی توفیق دے، اور سیدھے رستے پر چلائے، یہ علماء کا گوشت بڑا زہریلا ہوتا ہے، جو ان کی اہانت کا مرتکب ہوتا ہے عادۃ اللہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو رسوائی کا شکار کرتا ہے اور جو کوئی بھی ان کے عیوب بیان کرتا پھرتا ہے، موت سے پہلے اللہ تعالیٰ ان کے قلب کو ہلاک کر دیتے ہیں (اور العیاذ باللہ وہ اس سے محروم ہو کر مرتا ہے) فليحذر الذين يخالفون عن امره ان تصيبهم فتنة او يصيبهم عذاب اليم (جلد ۱۔ص، ۱۱۱۔۱۱۲)

علیؒ شرعی نے کبیرہ گناہوں پر اپنی تصنیف "الزواجر فی التحذیر من الکبائر" میں اولیاء اللہ کی اہانت اور ان سے عداوت رکھنے پر بہت تفصیلی اور نفیس کلام کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"اکیاون واں کبیرہ گناہ اولیاء اللہ کو تکلیف پہنچانا اور ان سے دشمنی رکھنا ہے۔"

اولیاء "ولی" کی جمع ہے۔ ولی اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ جل شانہٗ سے محبت کرتا ہے اس کی فرمانبرداری کرتا ہو، اس کے دین کا عالم ہو، اس کی اخلاص سے عبادت کرتا ہو۔"

اس کے بعد انہوں نے اولیاء اللہ کی عظمت اور ان کو ستانے پر وبال کے سلسلہ میں وہی احادیث اور آیات نقل کی ہیں جو اوپر گزر چکی ہیں پھر آخر میں بحث سمیٹتے ہوئے لکھتے ہیں :

"اہل اللہ سے دشمنی کرنا، ان کا مذاق اڑانا، ان سے بدسلوکی کرنا، ان کے بارے میں زبان چلانا، یہ سب ہمارے معاشرے میں جہالت کے عام ہو جانے کی دلیل ہے۔

قیامت کی نشانی ہے کہ جاہل اور کم ظرف لوگ سیادت حاصل
کرلیں گے اور صلحاء اور متقین پیچھے کر دیئے جائیں گے ،
رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "قیامت اس وقت
تک نہیں آئے گی جب تک ایسے لوگوں کو خوش نصیب ترین
نہیں سمجھا جائے گا جو خود بھی کمینے ہوں گے اور ان کے باپ
دادے بھی۔"

یاد رکھیں نیک لوگوں کو اذیت دینا ، اولیاء اللہ سے دشمنی کرنا براہ راست اللہ تعالیٰ سے اعلان جنگ کرنا ہے ، اس کی کبریائی کو چیلنج کرنا ہے وہ لوگ کیسے کامیاب ہوسکتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے دشمنی کریں۔

اہل اللہ سے بغض رکھنا ایسا قبیح عمل ہے ، جو کبیرہ گناہ شمار کیا گیا ہے۔ یہ بڑی ہلاکت کا سبب ہے جس کے خلاف اللہ تعالیٰ اعلان جنگ کردے اس کا کیا انجام ہوگا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :

انه لایذل من والی اللّٰه ولا یعز من عادی اللّٰه

(ترمذی۔ حدیث نمبر ۳۶۴)

"جسے اللہ دوست رکھتا ہے وہ کبھی ذلیل نہیں ہوتا اور جسے اللہ
دشمن رکھتا ہے وہ کبھی عزت نہیں پاسکتا۔"

میرے آقا ، میرے مرشد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب کاندھلوی نور اللہ مرقدہ کو اس امر کا بہت اہتمام تھا کہ اہل اللہ کے ساتھ محبت رکھی جائے ، ان کی صحبتوں میں رہا جائے ، ان کی شان میں کسی قسم کی بھی کوئی گستاخی نہ کی جائے ، ان کے دل میں اپنے خلاف ادنیٰ سی کدورت بھی پیدا نہ ہونے دی جائے ، اس مضمون کو انہوں نے اپنی کتاب میں بار بار بیان کیا ہے۔ چنانچہ حضرتؒ تحریر فرماتے ہیں :

مضمون جو سب سے زیادہ اہم ہے اور خطرناک ہے، وہ اکابر علماء ہوں یا محدثین، فقہاء ہوں یا صوفیاء عظام ہوں، ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی ہے۔ اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے :

والسابقون الاولون من المهاجرين والانصار والذين
اتبعوهم باحسان رضي الله عنهم ورضوا عنه واعد
لهم جنت تجري تحتها الانهر خالدين فيها ابدا
ذلك الفوز العظيم ○ (التوبہ : ۱۰۰)

''اور جو مہاجرین اور انصار ایمان لانے میں سب امت سے سابق اور مقدم ہیں اور (بقیہ امت میں) جتنے لوگ اخلاص کے ساتھ (ایمان لانے میں) ان کے پیرو ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب سے راضی ہوا (کہ ایمان مقبول فرمایا جس پر اجر ملے گا) اور وہ سب اللہ سے راضی ہوئے، (کہ طاعت اختیار کی، جس کی جزا سے یہ رضا اور زائد ہوگی) اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے ایسے باغ مہیا کر رکھے ہیں، جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی، جن میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔'' (بیان القرآن)

در منثور میں اسی آیت کی تفسیر میں متعدد احادیث اور آثار نقل کئے ہیں اس میں امام اوزاعیؒ کی روایت سے نقل کیا ہے کہ مجھ سے بھی ابن کثیرؒ اور قاسمؒ اور مکحولؒ اور عبدہ بن ابی لبابہؒ اور عطیہؒ بن حسان نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے صحابہؓ کی ایک بڑی جماعت سے سنا کہ وہ فرماتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''یہ میری امت کے لئے ہے، اور رضا کے بعد ناراضگی نہیں ہے۔''

اس آیت شریفہ کے ذیل میں صوفیاء کرام جو حدیث احسان کے بھی مصداق ہیں ،آ گئے۔ یہ مضمون اعتدال میں بہت تفصیل سے گزرا ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ جو لوگ علماء حق کے درپے آزار ہیں ان کی اہانت اور تذلیل کو فخر سمجھتے ہیں اور کرتے ہیں ، وہ غالباً یقیناً علماء کی نسبت اپنا نقصان زیادہ کر رہے ہیں۔

علماء کا تو زیادہ سے زیادہ یہ نقصان کریں گے کہ کچھ دنیوی متاع میں شاید نقصان پہنچا سکیں ، بشرطیکہ یہ گالیاں دینے والے لوگ مقدر میں کچھ کی کر سکنے پر قادر ہوں یا دنیاوی عزت و جاہ کو جو نہایت ہی بے وقعت اور ناپائیدار چیز ہے ، نقصان پہنچا سکیں۔ مگر یہ لوگ اپنے آپ کو برباد کر رہے ہیں اور اپنا دینی اور دنیوی نقصان کر رہے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''وہ شخص میری امت میں سے نہیں جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے اور ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے عالم کی قدر نہ کرے۔''

امت محمدیہؐ میں شمار کرتے رہیں لیکن صاحب امت (صلی اللہ علیہ وسلم) ان کو اپنی امت میں شمار کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ''حاملین وحی اللہ تعالیٰ کے ولی ہیں جو شخص ان سے دشمنی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دشمنی کرتا ہے اور جو ان سے دوستی کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ سے دوستی کرتا ہے۔'' مولانا عبدالحیؒ اپنے فتاویٰ میں لکھتے ہیں :

> ''اگر گالیاں دینے والے کا مقصود علم اور اہل علم کی تحقیر کی وجہ سے ہے تو فقہاء اس کے کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ورنہ اگر اور وجہ ہے ، تب بھی اس شخص کے فاسق و فاجر ہونے میں اور اللہ تعالیٰ کے غضب اور دنیا و آخرت کے عذاب کا مستحق

ہونے میں شبہ نہیں۔"

اس کے بعد فقہائے کرام کے کلام سے نیز قرآن پاک اور احادیث شریفہ سے اس مضمون کی تائید فرمائی ہے۔

اہل اللہ کے معاملہ میں ہر صورت میں احتیاط کی ضرورت

حضرت گنگوہیؒ کے خدام میں ایک صاحب کو کشف قبور بہت ہوتا تھا، وہ میرے والد کے انتقال پر تعزیت کے لئے آئے، اور قبرستان میں بڑی دیر تک بیٹھے رہے۔ انہوں نے مجھے آکر والد صاحب کی طرف سے تین پیغام دیئے۔

ا۔ "مجھ پر قرض کا کوئی مطالبہ نہیں ہے، بے فکر رہو۔"

چونکہ والد صاحب کے انتقال کے وقت تقریباً آٹھ ہزار کا قرض تھا، اور مجھ کو اس کا بڑا فکر تھا۔ چنانچہ انتقال کے دوسرے دن میں نے چچا جان مولانا محمد الیاس صاحبؒ کے مشورے سے سب قرض خواہوں کو ایک ایک کارڈ لکھ دیا کہ والد صاحب کا انتقال ہوگیا ہے، ان کے ذمہ جو قرض تھا، آج سے وہ میرے ذمہ ہے۔

میرے حضرت (مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ) اس وقت حجاز میں تھے، جب وہ تشریف لائے تو انہوں نے اس تجویز کو پسند نہیں فرمایا بلکہ یوں فرمایا:

"تمہیں یوں لکھنا چاہئے تھا "ان کا ترکہ کتابیں ہیں، اپنے قرض کے موافق کتابیں لے لو۔"

۲۔ یہ پیام دیا کہ:

"فلاں شخص کے بارے میں فکر مت کر مجھ پر کوئی اثر اس کا نہیں، مگر اس کے لئے بہت مضر ہوا۔"

یہ ایک صاحب تھے جن کو میرے والد صاحب سے بغض و عناد تھا، وہ بہت تنقید کیا کرتے تھے مجھے والد صاحب کے انتقال کے بعد ان کی شکایات کا بھی

فکر رہتا تھا، چنانچہ اس دوسرے پیام کا اثر تو میں نے خود دیکھا کہ وہ میرے حضرت کے ہاں سے معتوب ہوئے اور مدرسہ سے نکالے گئے۔

۳۔ تیسرا پیام یہ تھا :

''ان اللہ والوں سے ڈرتے رہنا، ان کی الٹی بھی سیدھی ہوتی ہے۔''

میرا بچپن تھا۔ طالب علمی کا زمانہ تھا، میری سمجھ میں نہیں آیا کہ الٹی تو بہرحال الٹی ہے، چاہے کوئی اللہ والا کہے یا دنیا دار۔ کئی دفعہ سوچا بھی کہ اس پیام کا کیا مطلب ؟

دس برس بعد ۱۳۴۵ھ میں بسلسلہ "بذل المجھود" میرا مدینہ منورہ میں قیام رہا۔ مدرسہ کے سلسلہ میں میرے حضرت نور اللہ مرقدہ کے پاس بعض حضرات ناظم صاحب کی جھوٹی شکایتیں لکھا کرتے تھے اور میں چونکہ ان سے واقف بھی تھا اور میرے پاس براہ راست خط بھی آتے رہتے تھے۔ میں حضرت قدس سرہ کے ہاں ان کی شکایات کی تردید کرتا رہتا تھا، اس لئے کہ میں ہی ڈاک لکھا کرتا تھا، مجھے تو حضرت قدس سرہ نے کوئی لفظ اس سلسلہ میں نہیں فرمایا، میں بسا اوقات گستاخانہ طریقہ سے بھی تردید کیا کرتا تھا۔

مگر جب ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ میں میری حجاز سے واپسی ہوئی اور مولانا عبدالقادر صاحبؒ رائے پوری بھی میرے ساتھ ہی تشریف لائے تو حضرت نور اللہ مرقدہ نے ان کی معرفت حضرت ناظم صاحب کی خدمت میں یہ پیام بھیجا کہ :

''فلاں شخص کے ساتھ آپ کا معاملہ اچھا نہیں ہے اس سے بہترین سلوک کیا کریں۔''

حضرت مولانا (عبدالقادر رائے پوریؒ) نے میرے سامنے ناظم صاحب کو (حضرت) کا یہ پیام پہنچایا، مگر ناظم صاحب نے فرمایا کہ :

''وہ جھوٹی شکایتیں لکھتا ہے۔''

اور بہت لاپرواہی سے ان کو جواب دیا، حضرت مولانا عبدالقادر صاحبؒ کا چہرہ فق ہوگیا اور میں نے حضرت مولانا سے خاص طور پر کہ گیارہ برس پہلے ابا جان کا یہ پیام آیا تھا، اور میں اس وقت بھی سوچتا رہ گیا تھا اور (اب) آپ کا چہرہ دیکھ کر وہ بات پھر یاد آگئی کہ ناظم صاحب نے (تو) سچ فرمایا ہے کہ وہ (شخص) جھوٹی شکایتیں کرتا ہے، مگر (ناظم صاحب کی بات سن کر آپ کا چہرہ فق ہوگیا) آپ کا چہرہ دیکھ کر مجھے پرانی بات (پھر) یاد آگئی۔ حضرت رائے پوری نے یوں فرمایا کہ :

''تمہارا اشکال صحیح ہے، ناحق تو ناحق ہی ہے مگر ان اللہ والوں کے دل میں کسی کی طرف سے غلط شکایات پر بھی تکدر پیدا ہو جائے تو ان کے تکدر کا اثر رنگ لائے بغیر نہیں رہتا۔'' (اکابر کی شان میں گستاخی۔ ص، ۶۔۹)

حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ ''الاعتدال فی مراتب الرجال'' میں لکھتے ہیں :

بہرحال میں اپنے سے تعلق رکھنے والوں کو خاص طور سے متوجہ کرتا ہوں اور کرتا رہتا ہوں کہ وہ اللہ والوں سے ذرا بھی دل میں کدورت نہ رکھیں، ورنہ مجھ سے تعلق نہ رکھیں، میرے والد صاحب نور اللہ مرقدہ بھی ہمیشہ اس کی خصوصیت سے تاکید فرمایا کرتے تھے۔

علامہ شعرانیؒ طبقات کبریٰ میں لکھتے ہیں کہ ''امام ابوتراب نخشبی جو مشائخ صوفیاء میں ہیں یہ فرماتے ہیں جب کسی شخص کا دل اللہ جل شانہٗ سے اعراض کی ساتھ مانوس ہو جاتا ہے تو اہل اللہ پر اعتراض کرنا اس کا رفیق اور ساتھی بن جاتا ہے، یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ سے نامانوس ہو جاتا ہے تو وہ اہل اللہ پر اعتراض کرنے کا (عادی اور) خوگر ہو جاتا ہے :

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ نیکاں برد

شیخ ابوالحسن شاذلی جو اکابر صوفیاء اور مشہور آئمہ تصوف میں ہیں۔ فرماتے ہیں کہ :

''اللہ والوں کو جھگڑالو لوگوں کی ساتھ ہمیشہ سے ابتلأ رہا ہے، ان میں سے بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو اولیاء کا اعتقاد تو ظاہر کرتے ہیں لیکن خاص خاص اللہ والوں کی نسبت یہ کہہ کر انکار کرتے ہیں کہ یہ ولی کیسے ہوسکتے ہیں، حالانکہ جو شخص خود ولایت سے ناواقف ہے وہ کیسے کسی ولی کا انکار کرسکتا ہے۔''

شیخ نے آگے چل کر ان اسباب کا مفصل ذکر فرمایا ہے، جو مشائخ پر انکار کا ذریعہ بنتے ہیں، منجملہ ان کے یہ بھی ذکر فرمایا ہے کہ :

''بعض مشائخ لوگوں کی نگاہ سے اس وجہ سے مستور ہوتے ہیں کہ وہ امراء اور اغنیاء سے ملتے جلتے ہیں اور ان لوگوں کو اس اعتراض کا موقع ملتا ہے کہ اگر یہ اللہ کے ولی ہوتے تو یکسوئی کے ساتھ کونے میں بیٹھ کر علم و عبادت میں مشغول ہوتے، لیکن وہ معترض اگر اپنے دین کی حفاظت کرتا تو یہ بھی غور کرتا کہ یہ امراء سے ملنے والا شخص اپنی ذات کے لئے مل رہا ہے یا کسی دینی غرض اور دینی منفعت کے لئے یا مسلمانوں کی کسی بہبود کے لئے اور ان سے کسی مضرت کے رفع کرنے کے لئے مل رہا ہے، حالانکہ بسا اوقات ایسی مصالح کی بناء پر ان لوگوں سے ملنا واجب ہو جاتا ہے۔ اور

ان سے علیحدگی اختیار کرنا حرام بن جاتا ہے۔" (طبقات)

یہاں ایک بات اور بھی سمجھ لو کہ اہل اللہ بعض مرتبہ اپنے برا بھلا کہنے والے سے انتقام لے لیتے ہیں اور یہ چیز ظاہر بینوں کے لئے حجاب کا سبب بن جاتی ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بھی عوام کی طرح جذبات سے مشتعل ہو جاتے ہیں حالانکہ بعض اوقات یہ بڑی مصلحت پر مبنی ہوتا ہے، حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ نے اپنے مکاتیب میں لکھا ہے کہ :

"ایک مرتبہ (حضرت مجدد صاحب کے والد) شیخ عبدالاحدؒ کی شان میں کسی عورت نے گستاخی کی انہوں نے صبر و سکوت فرمایا اتنے میں دیکھا غیرت الٰہی جوش انتقام میں ہے، شیخ نے فوراً ایک شخص سے، جو اس وقت موجود تھا، کہا کہ اس عورت کے ایک تھپڑ مارے، اس کو تردد ہوا اور عورت گر کر مر گئی۔"

اس قسم کے واقعات مشائخ کے حالات میں کثرت سے ملتے ہیں۔ اور میں پہلے لکھ چکا ہوں کہ میرے نزدیک تو اس نوع کی سزا کسی دینی مصیبت میں ابتلاء سے بہت سہل ہے۔

اہل اللہ سے محبت کا حکم

شیخ ابوالفوارس شاہ بن شجاع کرمانی" فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی محبت سے زیادہ افضل کوئی عبادت نہیں ہے کہ ان کی محبت اللہ جل شانہٗ کی محبت کی علامت ہے۔

اس لئے تمہیں خاص طور سے نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ والوں سے جتنی محبت اور تعلق پیدا کر سکو اس میں ذرا کمی نہ کرنا۔ امید ہے کہ میری یہ نصیحت قبول کرو گے۔

نصیحت گوش کن جانان کہ از جان دوست تر دار

جوانان سعادت مند پند پیر و انار

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے جو متعدد احادیث میں وارد ہوا ہے کہ آدمی کا شمار اور حشر ان لوگوں کے ساتھ ہوتا ہے جن سے وہ محبت رکھتا ہے۔'' ایک صحابیؓ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ ایک شخص ایک جماعت سے محبت رکھتا ہے لیکن (اعمال کے اعتبار سے یا ملاقات کے اعتبار سے) ان تک نہیں پہنچ سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ آدمی انہیں لوگوں میں شمار ہوتا ہے جن سے محبت رکھتا ہے۔ دوسری حدیث میں ہے ایک صحابیؓ نے دریافت کیا ''یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت کب آئے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کہ تو نے قیامت کے واسطے کیا تیار کر رکھا ہے (کہ انتظار و اشتیاق میں ہے) انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ میں نے اس کے سوا کچھ تیار نہیں کر رکھا ہے کہ اللہ سے اور اس کے رسولؐ سے مجھے محبت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تو اسی کے ساتھ ہوگا جس سے محبت رکھتا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ کو اس حدیث کے سننے سے جتنی مسرت اور خوشی ہوئی کسی چیز سے نہیں ہوئی۔ (مشکوٰۃ شریف)

اور ظاہر ہے کہ صحابہ کرامؓ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈوبے ہوئے تھے اس لئے جتنی بھی خوشی ان حضرات کو ہوئی ہو قرین قیاس ہے۔ میں ان حضرات کی محبت کے چند قصے اپنے رسالہ'' حکایات صحابہ'' میں نمونے کے طور پر لکھ چکا ہوں اس کو بھی ایک نظر ضرور دیکھو، اس سے اندازہ ہوگا کہ دین پر مرمٹنا کیا ہوتا ہے اور ان حضرات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کتنی محبت تھی۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ :

'' آدمی اپنے دوست کے مذہب اور دین پر ہوتا ہے لہٰذا خود

ہی دیکھ لے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔" (مشکوٰۃ شریف)

یہ مضمون احادیث میں مختلف عنوانات سے ذکر کیا گیا ہے جس میں اللہ والوں کے ساتھ محبت اور تعلق رکھنا اور بے دین لوگوں سے علیحدگی اور اجتناب کرنا اہتمام سے ارشاد فرمایا گیا ہے۔ اہل اللہ سے جتنا تعلق اور محبت پیدا ہو سکے وہ اکسیر ہے دونوں جہان میں کام آنے کی چیز ہے :

دست در دامن مرداں زن و اندیشہ مکن
ہر کہ با نوح نشیند چہ غم از طوفانش

اہل اللہ سے جتنی بھی محبت پیدا کر سکو دریغ نہ کرنا اور بے دین لوگوں سے جتنا بھی ممکن ہو احتراز کرنا اور یکسو رہنا۔

حضرت لقمان حکیم کی اپنے بیٹے کو نصیحت ہے کہ بیٹا جاہل کی دوستی میں کبھی رغبت نہ کرنا کہ تیرے تعلق سے وہ اپنی حرکتوں کو تیری نگاہ میں اچھا سمجھنے لگے اور حکیم کی ناراضی کو ہلکا نہ سمجھنا کہ وہ اس وجہ سے تجھ سے اعراض کرنے لگے۔

(در منثور۔ ص، ۱۶۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "صالح اور بہتر ہم نشین کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو مشک والا ہو کہ اگر اس سے مشک نہ بھی ملے تب بھی اسکی خوشبو تو پہنچے ہی گی۔ اور برے ہم نشین کی مثال اس شخص کی سی ہے جو بھٹی کا دھونکنے والا ہو کہ اگر کوئی چنگاری وغیرہ گر گئی تو بدن جلا دے گی یا کپڑے جلا دے گی اور اگر چنگاری نہ بھی اڑے تو اس کا دھواں اور بو تو پہنچے ہی گی۔" بخاری مسلم وغیرہ میں یہ حدیث مختلف الفاظ سے نقل کی گئی ہے۔

حضرت لقمان حکیمؒ کی نصیحت ہے کہ بیٹا صلحاء کی مجلس میں بیٹھا کر، اس سے تو بھلائی کو پہنچے گا اور ان پر رحمت نازل ہوگی تو تو اس میں شریک ہوگا۔ اور بروں کی صحبت میں کبھی نہ بیٹھنا کہ اس سے بھلائی کی توقع نہیں اور کسی وقت ان پر

کوئی آفت نازل ہوئی تو تو بھی شریک ہوجائے گا۔ (درمنثور۔ ج ۵۔ ص ۱۶۴)

اس لئے بری صحبت کے اثرات سے بہت احتراز کرنا چاہئے۔ اوراللہ والوں کی صحبت اور ان کے پاس بیٹھنے کو اکسیر سمجھنا چاہئے۔ ان کی صحبت اعمال کی ترقی کا سبب ہوتی ہے۔ البتہ جیسے ہر چیز میں اصلی نقلی کا امتیاز کیا جاتا ہے، سچ اور جھوٹ کو پرکھا جاتا ہے یہاں بھی فریب اور دھوکہ سے بچنا ضروری ہے :

اے بسا ابلیس کا دم روئے ہست

پس بہ ہر دستے نہ باید داد دست

مغالطہ سے برے کو بھلا سمجھ کر پھنس جانا زیادہ نقصان دہ ہے۔ اوراس کا معیار شریعت مقدسہ کا عمل ہے کہ جس شخص کے عقائد درست ہوں شرک و بدعت میں مبتلا نہ ہو، نماز، روزہ اور شریعت کے سب احکام کا پابند ہو۔ وہ نیک ہے شریعت کے خلاف چل کر کوئی شخص نیک نہیں ہوسکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

''کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کی خواہش اس چیز کے تابع نہ بن جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔'' (مشکوٰۃ)

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :

''تم میں بہترین لوگ وہ ہیں جن کی صورت دیکھ کر اللہ کی یاد تازہ ہوتی ہو۔ جن کی بات سے علم میں ترقی ہوتی ہو۔ جن کے عمل کو دیکھ کر آخرت کی رغبت پیدا ہوتی ہو۔''

(جامع الصغیر ورقم لہ بالصحۃ)

اس لئے محبت اور تعلق رکھنے کے لئے یہ شرط تو ضروری ہے کہ اس کے دینی حالات معلوم ہوں اور شریعت کے موافق اس کا ہونا محقق ہو جائے، لیکن جس

شخص کا حال معلوم نہیں ، نہ یہ معلوم کہ وہ شریعت کے موافق ہے یا مخالف ، اس سے تعلق نہ رکھنا چاہئے۔ البتہ محض سنی سنائی باتوں سے اس پر کوئی حکم لگا دینا یا برا بھلا کہنا بے جا ہے۔ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ مجھ سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ :

''بیٹا اگر تو اس پر قادر ہو کہ تیرے دل میں کسی کی طرف سے کینہ نہ ہو تو اس کو اختیار کر۔ یہ میری سنت ہے اور جو میری سنت کو پسند کرتا ہے وہ مجھ سے محبت کرتا ہے اور جو مجھ سے محبت رکھتا ہے وہ جنت میں میرا رفیق اور ساتھی ہے۔''

(مشکوٰۃ)

حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ ''شریعت و طریقت'' میں جو ان کی آخری تصنیف ہے، بہت تاکید سے فرماتے ہیں :

''اہل اللہ سے محبت رکھنا اکسیر اعظم ہے، اور ان سے دشمنی سم قاتل ہے۔ میری ایک نصیحت اپنے دوستوں کو ہمیشہ سے رہتی ہے اور خود بھی اس پر عمل کی ہمیشہ سے کوشش کرتا ہوں کہ دین کے شعبے تو بہت ہیں اور سب پر ہر ایک کو عمل کرنا بہت مشکل ہے ، محدث ہونا ، فقیہ ہونا ، مجاہد ہونا ، صاحب تقویٰ ہونا ، صاحب ورع ہونا ، نوافل کی کثرت کرنا ، روزہ کی کثرت کرنا وغیرہ وغیرہ۔ لیکن ان میں سے کاملین کے ساتھ اگر کوئی شخص محبت پیدا کرے تو "المرء مع من احب" کے قاعدے سے انشاء اللہ تعالیٰ سارے ہی دین کے اجزاء سے حصۂ وافر ملے گا۔'' (ص، ۲۳۶)

''فضائل تبلیغ'' میں میرے آقا و مولا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا

صاحب قدس سرہ العزیز نصیحت کے طور پر تحریر فرماتے ہیں : ''ایک خاص امر کی طرف متوجہ کرنا ہے وہ یہ کہ اس زمانہ میں علماء کی طرف سے بدگمانی ، بے توجہی ہونا ، بلکہ مقابلہ اور تحقیر کی صورتیں بالعموم اختیار کی جا رہی ہیں۔ یہ امر دین کے لحاظ سے نہایت ہی سخت خطرناک ہے۔ اس میں ذرا شک نہیں کہ دنیا کی ہر جماعت میں جس طرح اچھوں میں برے بھی ہوتے ہیں، علماء کی جماعت میں بھی اسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ جھوٹے سچوں میں شامل ہیں اور علماء سوء علماء رشد میں مخلوط ہیں۔ مگر پھر بھی دو امر بے حد لحاظ کے قابل ہیں۔ اول یہ کہ جب تک کسی شخص کا علماء سو میں سے ہونا محقق نہ ہو جائے اس پر ہرگز کوئی حکم نہ لگا دینا چاہئے۔''

ولا تقف ما لیس لک بہ علم ان السمع والبصر
والفواد کل اولئک کان عنہ مسئولا

''اور جس بات کی تجھ کو تحقیق نہ ہو اس پر عملدرآمد نہ کیا کر۔
کان اور آنکھ اور دل ہر شخص سے ان سب کی پوچھ ہوگی۔

(بیان القرآن)

اور محض اس بدگمانی پر کہ کہنے والا شاید علماء سوء میں سے ہو، اس کی بات کو بلا تحقیق رد کر دینا اور بھی زیادہ ظلم ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اس قدر احتیاط فرمائی ہے کہ یہود تورات کے مضامین کو عربی میں نقل کر کے سناتے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ''تم لوگ نہ ان کی تصدیق کیا کرو نہ تکذیب بلکہ یہ کہہ دیا کرو کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ نازل فرمایا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے۔'' یعنی یہ کہ کافروں کی نقل کے متعلق بھی بلا تحقیق تصدیق و تکذیب سے روک دیا۔ لیکن ہم لوگوں کی یہ حالت ہے کہ جب کوئی شخص کسی قسم کی بات ہماری رائے کے خلاف کہتا ہے تو اس کی بات کی وقعت گرانے کے لئے کہنے والے کی ذات پر حملے کیے جاتے ہیں گو اس کا اہل

حق ہونا بھی محقق ہو۔

دوسرا ضروری امر یہ ہے کہ علماء حقانی، علماء رشد، علماء خیر بھی بشریت سے خالی نہیں ہوتے۔ معصوم ہونا انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان ہے اس لئے ان کی لغزشوں، ان کی کوتاہیوں، ان کے قصوروں کی ذمہ داری انہیں پر عائد ہے اور اللہ تعالیٰ سے ان کا معاملہ ہے، سزا دیں یا معاف فرما دیں بلکہ غالب یہ ہے کہ ان کی لغزشیں انشاء اللہ معاف ہو جائیں گی۔ اس لئے کہ آقا اپنے اس غلام سے جو ذاتی کاروبار چھوڑ کر آقا کے کام میں مشغول ہو جائے اور ہمہ تن اسی میں لگا رہے اکثر تسامح اور درگزر کیا کرتا ہے۔ پھر اللہ جل و علا کے برابر تو کوئی کریم ہو ہی نہیں سکتا لیکن وہ بمقتضاء عدل گرفت بھی فرمائیں تو وہ ان کا اپنا معاملہ ہے۔ ان امور کی وجہ سے علماء سے لوگوں کو بدگمان کرنا نفرت دلانا، دور رکھنے کی کوشش کرنا لوگوں کے لئے بد دینی کا سبب ہوگا اور ایسا کرنے والوں کے لئے وبال عظیم ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

ان من اجلال اللّٰہ تعالی اکرام ذی الشیبۃ المسلم وحامل القرآن غیر الغالی فیہ ولا الجافی عنہ واکرام ذی السلطان المقسط (ترغیب عن ابی داؤد)

''تینوں اصحاب ذیل کا اعزاز اللہ کا اعزاز ہے، ایک بوڑھا مسلمان۔ دوسرا وہ حافظ قرآن جو افراط تفریط سے خالی ہو۔ تیسرا منصف حاکم۔

دوسری حدیث میں ارشاد ہے:

لیس من امتی من لم یجل کبیرنا ویرحم صغیرنا ویعرف عالمنا (ترغیب عن احمد والحاکم وغیرھا)

''وہ شخص جو ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے، ہمارے بچوں

پر رحم نہ کرے، ہمارے علماء کی قدر نہ کرے، وہ ہماری امت میں سے نہیں ہے۔"

عن ابی امامةؓ عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قال ثلث لا یستخف بھم الا منافق ذو الشیبة فی الاسلام وذو العلم وامام مقسط (ترغیب عن الطبرانی)

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کو خفیف سمجھنے والا منافق ہی ہوسکتا ہے (نہ کہ مسلمان، وہ تینوں شخص یہ ہیں) ایک بوڑھا مسلمان، دوسرا عالم، تیسرا منصف حاکم۔"

بعض روایات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ "مجھے اپنی امت پر سب چیزوں سے زیادہ تین چیزوں کا خوف ہے۔ ایک یہ کہ ان پر دنیاوی فتوحات زیادہ ہونے لگیں جس کی وجہ سے ایک دوسرے سے حسد پیدا ہونے لگے۔ دوسرے یہ کہ قرآن شریف آپس میں اس قدر عام ہو جائے کہ ہر شخص اس کا مطلب سمجھنے کی کوشش کرے حالانکہ اس کے معانی اور مطالب بہت سے ایسے بھی ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں سمجھ سکتا اور جو لوگ علم میں پختہ کار ہیں وہ بھی یوں کہتے ہیں کہ ہم اس پر یقین رکھتے ہیں سب ہمارے پروردگار کی طرف سے ہے۔ (بیان القرآن) یعنی علم میں پختہ کار لوگ بھی تصدیق کے سوا آگے بڑھنے کی جرأت نہیں کرتے تو پھر عوام کو چون و چرا کا کیا حق ہے۔ تیسرے یہ کہ علماء کی حق تلفی کی جائے اور ان کے ساتھ لاپروائی کا معاملہ کیا جائے۔" ترغیب میں اس حدیث کو بروایت طبرانی ذکر کیا ہے اور اس قسم کی روایات اور بکثرت حدیث کی کتابوں میں موجود ہیں۔

علماء کے بارے میں محتاط گفتگو کی ضرورت

جس قسم کے الفاظ اس زمانہ میں علماء اور علوم دینیہ کے متعلق اکثر استعمال کئے جاتے ہیں۔ ''فتاویٰ عالمگیری'' میں ان میں سے اکثر الفاظ کو الفاظ کفریہ میں شمار کیا ہے مگر لوگ اپنی ناواقفیت سے اس حکم سے غافل ہیں اس لئے نہایت ضروری ہے کہ اس قسم کے الفاظ بالعموم استعمال کرنے میں بہت زیادہ احتیاط کی جائے۔ بالفرض اگر مان بھی لیا جائے کہ علماء حقانی کا اس وقت وجود ہی نہیں رہا اور یہ سب جماعتیں جن پر علماء کا اطلاق کیا جاتا ہے۔ علماء سوء ہی ہیں تب بھی آپ حضرات کی صرف علماء کو علماء سوء کہنے سے سبکدوشی نہیں ہوسکتی، بلکہ ایسی حالت میں تمام دنیا پر فرض عائد ہو جاتا ہے کہ علماء حقانی کی ایک جماعت پیدا کی جائے، ان کو علم سکھایا جائے اس لئے کہ علماء کا وجود فرض کفایہ ہے۔ اگر ایک جماعت اس کے لئے موجود ہے تو یہ فرض سب سے ساقط ورنہ تمام دنیا گناہگار ہے۔

ایک عام اشکال یہ کیا جاتا کہ ان علماء کے اختلاف نے عوام کو تباہ و برباد کر دیا ہے ممکن ہے کہ کسی درجہ میں صحیح ہو مگر حقیقت یہ ہے کہ علماء کا یہ اختلاف آج کا نہیں، سو پچاس برس کا نہیں، خیر القرون بلکہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ سے ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوہریرہؓ کو اپنے نعلین شریف بطور علامت کے دے کر اس اعلان کے لئے بھیجتے ہیں کہ جو شخص کلمہ گو ہو وہ جنت میں ضرور داخل ہوگا، راستہ میں حضرت عمرؓ ملتے ہیں اور معاملہ پوچھتے ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ اپنے آپ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد بتاتے ہیں لیکن پھر بھی حضرت عمرؓ اس زور سے ان کے سینہ پر دونوں ہاتھ مارتے ہیں کہ وہ بے چارے سرینوں کے بل زمین پر گر پڑتے ہیں مگر نہ کوئی حضرت عمرؓ کے خلاف پوسٹر شائع ہوتا ہے نہ

کوئی جلسہ ہوکر احتجاجی ریزولیوشن پاس ہوتا ہے۔

حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ہزاروں مسئلے مختلف فیہا ہیں اور آئمہ اربعہؒ کے یہاں تو شاید فقہ کی کوئی جزئی ہو جو مختلف فیہ نہ ہو۔ چار رکعت نماز میں نیت باندھنے سے سلام پھیرنے تک تقریباً دو سو مسئلے آئمہ اربعہؒ کے یہاں ایسے مختلف فیہ ہیں جو مجھ کوتاہ نظر کی نگاہ سے بھی گزر چکے ہیں اور اس سے زائد نہ معلوم کتنے ہوں گے مگر کبھی رفع یدین اور آمین بالجہر وغیرہ دو تین مسئلوں کے سوا کانوں میں نہ پڑے ہوں گے، نہ ان کے لئے اشتہارات و پوسٹر شائع ہوئے ہوں گے، نہ جلسے اور مناظرے ہوتے دیکھے ہوں گے۔ راز یہ ہے کہ عوام کے کان ان مسائل سے آشنا نہیں ہیں۔ علماء میں اختلاف رحمت ہے اور بدیہی امر ہے جب کوئی عالم کسی شرعی دلیل سے کوئی فتویٰ دے گا دوسرے کے نزدیک اگر وہ حجت صحیح نہیں تو وہ شرعاً اختلاف کرنے پر مجبور ہے۔ اگر اختلاف نہ کرے تو مداہن اور عاصی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ کام نہ کرنے کے لئے اس لچر اور پوچ عذر کو حیلہ بناتے ہیں ورنہ ہمیشہ اطباء میں اختلاف ہوتا ہے، وکلاء کی رائے میں اختلاف ہوتا ہے مگر کوئی شخص علاج کرانا نہیں چھوڑتا۔ مقدمہ لڑانے سے نہیں رکتا، پھر کیا مصیبت ہے کہ دینی امور میں اختلاف علماء کو حیلہ بنایا جاتا ہے یقیناً سچے عمل کرنے والے کے لئے ضروری ہے کہ جس عالم کو وہ اچھا سمجھتا ہے، متبع سنت سمجھتا ہے اس کے قول پر عمل کرے اور دوسروں پر لغو حملوں اور طعن و تشنیع سے باز رہے۔ جس شخص کے ذہن کی رسائی دلائل کے سمجھنے اور ان میں ترجیح دینے تک نہیں ہے اس کا حق نہیں کہ ان میں دخل دے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا گیا ہے کہ ''علم کو ایسے لوگوں سے نقل کرنا جو اس کے اہل نہ ہوں اس کو ضائع کرنا ہے۔'' مگر جہاں بددینی کی یہ حد ہو کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے صریح ارشادات پر لب کشائی

ہر شخص کا حق سمجھا جاتا ہو، وہاں بے چارے علماء کا کیا شمار ہے۔ جس قدر الزامات رکھے جائیں کم ہیں۔

ومن یتعد حدود اللہ فاولئک ھم الظالمون (پارہ:۲)

آگے اس رسالہ میں حضرت شیخ الحدیث صاحب نور اللہ مرقدہ تحریر فرماتے ہیں :

ناظرین کی خدمات عالیہ میں ایک اہم درخواست ہے وہ یہ کہ اکثر اللہ والوں کے ساتھ ارتباط، ان کی خدمت میں کثرت سے حاضری، دینی امور میں تقویت اور خیر و برکت کا سبب ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے :

الا ادلک علی ملاک ھذا الامر الذی تصیب بہ خیر
الدنیا والآخرۃ علیک بمجالس اھل الذکر (الحد)

''کیا تجھے دین کی نہایت تقویت دینے والی چیز نہ بتاؤں جس سے تو دین و دنیا دونوں کی فلاح کو پہنچے وہ اللہ تعالیٰ کے یاد کرنے والوں کی مجلس ہے اور جب تو تنہا ہوا کرے تو اپنے کو اللہ تعالیٰ کی یاد سے رطب اللسان رکھا کر۔''

اس کی تحقیق بہت ضروری ہے کہ اہل اللہ کون لوگ ہیں؟ اہل اللہ کی پہچان اتباع سنت ہے کہ حق سبحانہٗ و تقدس نے اپنے محبوب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کی ہدایت کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا ہے اور اپنے کلام پاک میں ارشاد فرمایا ہے :

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ
ویغفر لکم ذنوبکم واللہ غفور رحیم ○

''آپ فرما دیجئے کہ اگر تم خدائے تعالیٰ سے محبت رکھتے ہو تو تم لوگ میرا اتباع کرو، خدا تعالیٰ تم سے محبت کرنے لگیں

گے اور تمہارے سب گناہوں کو معاف کریں گے اور اللہ تعالیٰ
غفور رحیم ہیں۔“ (بیان القرآن)

لہٰذا جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل متبع ہو وہ حقیقۃً اللہ والا ہے اور جو شخص اتباع سنت سے جس قدر دور ہو وہ قربِ الٰہی سے بھی اسی قدر دور ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ کرے اور سنت رسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کی مخالفت کرے وہ جھوٹا ہے اس لئے کہ قاعدہ محبت اور قانون عشق ہے کہ جس سے کسی کو محبت ہوتی ہے اس کے گھر سے، در و دیوار سے، صحن سے، باغ سے، حتیٰ کہ اس کے کتے سے، اس کے گدھے سے محبت ہوتی ہے

امر علی الدیار دیار لیلی اقبل ذالجدار وذا الجدارا
وما حب الدیار شغفن قلبی ولکن حب من سکن الدیارا

ترجمہ : ”کہتا ہے کہ میں لیلیٰ کے شہر پر گزرتا ہوں تو اس دیوار کو اور اس دیوار کو پیار کرتا ہوں، کچھ شہروں کی محبت نے میرے دل کو فریفتہ نہیں کیا ہے بلکہ ان لوگوں کی محبت کی کارفرمائی ہے جو شہروں کے رہنے والے ہیں۔“

دوسرا شاعر کہتا ہے :

تعصی الالٰہ وانت تظهر حبه وهذا العمری فی الفعال بدیع
لو کان حبک صادقا لاطعته ان المحب لمن یحب مطیع

ترجمہ : ”تو اللہ کی محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کی نافرمانی کرتا ہے۔ اگر تو اپنے دعویٰ میں سچا ہوتا تو کبھی نافرمانی نہ کرتا، اس لئے کہ عاشق ہمیشہ معشوق کا تابع دار ہوتا ہے۔“

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ”میری امت جنت میں داخل

ہوگی مگر جس نے انکار کر دیا۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ''جس نے انکار کر دیا'' سے کیا مراد ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص میری اطاعت کرے گا وہ جنت میں داخل ہوگا اور جو نافرمانی کرے گا وہ انکار کرنے والا ہے۔''

ایک جگہ ارشاد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس کی خواہش اس دین کے تابع نہ ہو جائے جس کو میں لے کر آیا ہوں۔''

(مشکوٰۃ)

حیرت کی بات ہے کہ اسلام اور مسلمانوں کی بہبودی کے دعوے دار اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سے بے بہرہ ہوں۔ کسی بات کو ان مدعیوں کے سامنے یہ کہہ دینا کہ سنت کے خلاف ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف ہے گویا برچھی مار دینا ہے :

خلاف پیمبر کسے رہ گزید کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

پیمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طریقہ کے خلاف جو شخص بھی کوئی راستہ اختیار کرے گا کبھی بھی منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا۔ بالجملہ اس تحقیق کے بعد کہ یہ شخص اللہ والوں میں سے ہے، اس کے ساتھ ربط کا بڑھانا، اس کی خدمت میں کثرت سے حاضر ہونا اس کے علوم سے منتفع ہونا، دین کی ترقی کا سبب ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی ہے۔

ایک حدیث میں ارشاد عالی ہے کہ ''جب تم جنت کے باغوں میں گزرا کرو تو کچھ حاصل بھی کرلیا کرو صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہؐ جنت کے باغ کیا چیز ہیں؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علمی مجالس۔''

دوسری حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ ''لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کی تھی کہ علماء کی خدمت میں بیٹھنے کو ضروری سمجھو اور حکمائے امت کے ارشادات کو غور سے سنا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ حکمت کے نور سے مردہ دلوں

کو ایسے زندہ فرماتے ہیں کہ جیسے مردہ زمین کو موسلادھار بارش سے اور حکماء دین کے جاننے والے ہی ہیں نہ کہ دوسرے اشخاص۔"

ایک اور حدیث میں وارد ہے کہ "نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے دریافت کیا کہ بہترین ہم نشین ہم لوگوں کے واسطے کون شخص ہے؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس کو دیکھنے سے اللہ کی یاد پیدا ہو، جس کی بات سے علم میں ترقی ہو، جس کے عمل سے آخرت یاد آجائے۔" ترغیب میں ان روایات کو ذکر کیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ "اللہ کے بہترین بندے وہ لوگ ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آجائے۔" خود حق سبحانہ وتقدس کا ارشاد ہے :

یاایھا الذین امنو اتقوااللہ وکونوا مع الصادقین ٥

"اے ایمان والو ! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ رہو۔"

(بیان القرآن)

مفسرین نے لکھا ہے کہ "سچوں" سے مراد اس جگہ مشائخ صوفیہ ہیں۔ جب کوئی شخص ان کی چوکھٹ کے خدام میں داخل ہو جاتا ہے تو ان کی تربیت اور قوت ولایت کی بدولت بڑے بڑے مراتب تک ترقی کر جاتا ہے۔

شیخ اکبرؒ تحریر فرماتے ہیں کہ "اگر تیرے کام دوسرے کی مرضی کے تابع نہیں ہوتے تو تو کبھی بھی اپنے نفس کی خواہشات سے انتقال نہیں کرسکتا گو عمر بھر مجاہدے کرتا رہے۔" لہٰذا جب بھی تجھے کوئی ایسا شخص ملے جس کا احترام تیرے دل میں ہو، اس کی خدمت گزاری کر اور اس کے سامنے مردہ بن کر رہ کہ وہ تجھ میں جس طرح چاہے تصرف کرے اور تیری اپنی بھی خواہش نہ رہے۔ اس کے حکم کی تعمیل میں جلدی کر، اور جس چیز سے روکے اس سے احتراز کر، اگر پیشہ کرنے کا حکم کرے پیشہ کر، مگر اس کے حکم سے نہ کہ اپنی رائے، بیٹھ جانے کا حکم کرے تو

بیٹھ جا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ شیخ کامل کی تلاش میں سعی کر، تاکہ تیری ذات کو اللہ سے ملا دے۔" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "کوئی قوم کسی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کرتی ہو تو ملائکہ اس کو گھیر لیتے ہیں، رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور حق سبحانہٗ و تقدس اپنی پاک مجلس میں ان لوگوں کا ذکر فرماتے ہیں۔" ایک دل ربودہ کے واسطے اس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے کہ محبوب کی مجلس میں اس کا ذکر ہو۔

ایک دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ "اللہ کی یاد کرنے والی جماعت کے لوگوں کو جو اخلاص سے اللہ کو یاد کر رہے ہوں، ایک پکارنے والا آواز دیتا ہے کہ اللہ نے تمہاری مغفرت کر دی، اور تمہاری برائیوں کو نیکیوں سے بدل دیا۔" دوسری جگہ ارشاد ہے کہ "جس مجلس میں اللہ تعالیٰ کی یاد نہیں، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر درود نہیں، اس مجلس والوں کو قیامت کے دن حسرت ہوگی۔"

حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا ہے کہ یا اللہ اگر تو مجھے ذاکرین کی مجلس سے گزر کر غافلین کی مجلس میں جاتا ہوا دیکھے تو میرے پاؤں توڑ دے:

جب اس کی صوت و صورت سے ہے محرومی تو بہتر ہے
مرے کانوں کا کر ہونا، اور آنکھیں کور ہو جانی

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ "جن مجالس میں اللہ تعالیٰ کی یاد ہوتی ہے وہ آسمان والوں کے نزدیک ایسی چمکتی ہیں جیسے کہ زمین والوں کے نزدیک ستارے۔"

حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ بازار میں تشریف لے گئے اور لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ "تم لوگ یہاں بیٹھے ہو اور مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم ہو رہی ہے۔ لوگ دوڑے ہوئے آئے، وہاں کچھ بھی تقسیم نہ ہو رہا تھا۔ واپس جا کر عرض کیا کہ وہاں تو کچھ بھی نہیں۔ ابو ہریرہؓ نے پوچھا کہ آخر کیا ہو رہا

تھا۔ لوگوں نے کہا کہ چند لوگ بیٹھے اللہ کے ذکر میں مشغول تھے اور کچھ تلاوت میں۔ انہوں نے کہا یہی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث ہے۔"

امام غزالیؒ نے اس نوع کی روایات بکثرت ذکر فرمائی ہیں۔ اس سب سے بڑھ کر یہ کہ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حکم ہے :

واصبر نفسک مع الذین یدعون ربھم بالغدوۃ
والعشی یریدون وجھہ ولا تعد عیناک عنھم ترید
زینۃ الحیوۃ الدنیا ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا
واتبع ھواہ وکان امرہ فرطا ٥

"اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجئے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لئے کرتے ہیں اور دنیوی زندگانی کی رونق کے خیال سے آپ کی آنکھیں ان سے ہٹنے نہ پائیں، اور ایسے شخص کا کہنا نہ مانیں جس کے قلب کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر رکھا ہے اور وہ اپنی نفسانی خواہش پر چلتا ہے اور اس کا حال حد سے بڑھ گیا ہے۔"

متعدد روایات میں وارد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ جل جلالہٗ کا اس پر شکر ادا فرمایا کرتے تھے کہ میری امت میں ایسے لوگ پیدا فرمائے جن کی مجلس میں اپنے آپ کو روکے رکھنے کا مامور ہوں اور اسی آیت شریفہ میں دوسری جماعت کا بھی حکم ارشاد فرمایا گیا ہے کہ جن کے قلوب اللہ کی یاد سے غافل ہیں، اپنی خواہشات کا اتباع کرتے ہیں، حدود سے بڑھ جاتے ہیں ان کے اتباع سے روک دیا گیا ہے۔ اب وہ حضرات جو ہر قول وفعل میں دین و دنیا کے کاموں میں کفار و فساق کو مقتدا بناتے ہیں، مشرکین و نصاریٰ کے ہر قول وفعل پر سو جان سے نثار

ہیں، خود ہی غور فرمالیں کہ کس رستے جارہے ہیں:

ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی   کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

مراد ما نصیحت بود و کردیم   حوالت باخدا کردیم ورفتیم

باب سوم

اولیاء اللہ کی اہانت اور ان کے وبال کے چند عبرتناک واقعات

احادیث میں اور تاریخ میں بے شمار واقعات درج ہیں جو کہ نہایت عبرتناک ہیں۔ سب کا احاطہ نہ تو ممکن ہے نہ ضروری۔ نمونہ کے طور پر چند واقعات لکھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شانہٗ ہم مسلمانوں کی حفاظت فرمائے۔

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ

حدیث میں آتا ہے کہ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ مستجاب الدعوات تھے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے دعا فرمائی تھی :

اللھم استجب لسعد اذا دعاک

''اے اللہ جب سعد آپ سے دعا کیا کریں تو آپ اسے قبول کرلیا کریں۔'' (ترمذی۔ مستدرک۔ حاکم)

چنانچہ جن لوگوں نے بھی آپؓ کو ایذا پہنچائی، سخت نقصان اٹھایا۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے۔ کچھ لوگوں نے ان کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور دربار خلافت میں ان کی شکایتیں بھیجنا شروع کر دیں۔ حضرت عمرؓ نے ایک تحقیقاتی ٹیم ان شکایت کنندگان کے ہمراہ بھیجی،

اس ٹیم کے ارکان نے کوفہ کی تمام مساجد میں جا جا کر معاملات کی تحقیق شروع کی۔ لیکن کسی بھی جگہ سے کوئی ایک شکایت بھی درست ثابت نہیں ہوئی۔ صرف ایک مسجد میں ایک شخص ابو سعدہ نے الزام لگایا کہ :

"بخدا سعدؓ نہ تقسیم اموال میں انصاف سے کام لیتے ہیں نہ عدالتی فیصلوں میں انصاف کرتے ہیں اور نہ کفار کے خلاف جنگوں میں نکلتے ہیں۔"

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے فرمایا :

"اے اللہ اگر یہ جھوٹا ہے تو اس کی عمر دراز کیجئے اس کے فقر کو بڑھا دیجئے اور اسے فتنوں میں مبتلا کر دیجئے۔"

قصے کے راوی ابن عمیر کہتے ہیں۔ میں نے اس شخص کو بہت بوڑھا دیکھا ، بڑھاپے کی وجہ سے اس کی پلکیں بھی آنکھوں پر گری ہوتی تھیں۔ فقر سے بدحال تھا اور راہ چلتی لڑکیوں کو چھیڑتا رہتا تھا۔ جب اس سے پوچھتے کہ کیا حالت ہو رہی ہے تو کہتا:

"میں فتنہ میں مبتلا بڈھا ہوں ، مجھے سعدؓ کی بددعا لگ گئی ہے۔" (بخاری۔ مسلم۔ بیہقی)

بالآخر وہ بوڑھا مختار کذاب کے فتنہ میں مارا گیا۔ (ابن عساکر)

اسی طرح ایک شخص نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی ہجو کی تو آپ نے دعا فرمائی :

"یا اللہ ! جیسے بھی ہو اس کے ہاتھ اور زبان سے میری حفاظت فرمایئے۔"

جنگ قادسیہ میں وہ شخص زخمی ہوا ، اور اس کے ہاتھ اور زبان کٹ گئے اور پھر موت تک وہ اپنے ہاتھ اور زبان سے محروم ہوگیا۔ (طبرانی۔ ابن عساکر۔ ابونعیم)

حضرت قیسؓ کہتے ہیں کہ ایک شخص نے ایک مجمع میں، جس میں حضرت سعدؓ بھی موجود تھے، حضرت علیؓ کو گالیاں دینی شروع کر دیں، حضرت سعدؓ نے اس کے بدتہذیبانہ انداز کو دیکھ کر دعا فرمائی:

''یا اللہ! یہ شخص آپ کے ایک ولی کو گالیاں دے رہا ہے اس مجمع کے منتشر ہونے سے پہلے ہی آپ اپنی قدرت دکھا دیجئے۔''

قیسؓ کہتے ہیں کہ بخدا ہم وہاں سے اٹھے بھی نہ تھے کہ اس کی سواری (اونٹ) نے اسے کھوپڑی سے پکڑ کر زمین پر دے مارا، حتیٰ کہ اس کا بھیجا پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔ (مستدرک حاکم)

حضرت سعید بن زیدؓ

ابتداء میں اسلام قبول کرنے والے صحابی ہیں۔ عشرہ مبشرہ میں شمار ہوتے ہیں اور حضرت عمرؓ کے بہنوئی ہیں۔ بخاری اور مسلم کی روایت ہے:

ایک عورت اروی بنت اویس مروان بن حکم کی عدالت میں حضرت سعید بن زیدؓ کے خلاف یہ دعویٰ لے کر گئی کہ انہوں نے میری زمین غصب کی ہے۔ حضرت سعید بن زیدؓ نے فرمایا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث سننے کے بعد کیسے ایسی جرأت کر سکتا ہوں کہ اس کی زمین غصب کروں۔ مروان نے پوچھا آپ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا حدیث سنی ہے انہوں نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا ہے:

من اخذ شبرا من الارض طوقه الى سبع ارضين

"جو شخص کسی کی بالشت بھر زمین بھی ناجائز طور پر لے سکوسنا تو اس زمین کا طوق بنا کر پہنایا جائیگا مروان نے کہا میں آپ سے کوئی گواہ نہیں مانگتا۔ حضرت سعیدؓ نے فرمایا،

''یا رسول اللہ! اگر یہ عورت جھوٹی ہے تو اسے اندھا کر دیجئے
اور اسے اس کی زمین میں ہلاک کر دیجئے۔''

کچھ دنوں کے بعد وہ اندھی ہوگئی اور اپنی ہی زمین کے ایک گڑھے میں گر کر مرگئی۔

محمد بن زیدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اس عورت کو اس حال میں دیکھا ہے کہ وہ اندھی ہو چکی تھی اور ٹٹول ٹٹول کر چلتی تھی اور کہتی تھی مجھے سعیدؓ کی بددعا لگ گئی، ایک دن اپنے زمین کے کنویں میں گر کر مرگئی۔ (مسلم)

حضرت عثمان بن عفانؓ

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ جب حضرت عثمانؓ کے خلاف شورش شروع ہوئی تو ایک دن جب حضرت عثمانؓ مسجد نبوی میں خطبہ دے رہے تھے، تو ایک شخص غفاری اٹھا اور آپ کا عصا جو خطبہ کے دوران آپ نے پکڑ رکھا تھا، آپ سے چھینا اور سب کے سامنے انتہائی توہین آمیز انداز میں اپنے گھٹنے پر رکھ کر اس کے دو ٹکڑے کر دیئے۔ اللہ کی شان ایک سال بھی نہ گزرا تھا کہ اس کا گھٹنا ناکارہ ہوگیا، اور اسی تکلیف میں بالآخر وہ مرگیا۔ (سنن سعید بن سکن)

قاتلانِ حضرت حسینؓ کا عبرتناک انجام

چندیں اماں ندارد کہ شب را سحر کند

نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کربلا کے میدان میں جو کچھ ہوا وہ مشہور ہے۔ مفتیٔ اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنے رسالہ ''شہید کربلا'' یا اُسوۂ حسینؓ میں قاتلان حسینؓ کے عبرتناک انجام کے بارے میں تحریر فرمایا ہے:

جس وقت حضرت حسینؓ پیاس سے مجبور ہو کر دریائے فرات پر پہنچے اور

پانی پینا چاہتے تھے کہ کم بخت حصین[1] بن نمیر نے تیر مارا جو آپ کے دہن مبارک پر لگا، اس وقت آپ کی زبان سے بے ساختہ بددعا نکلی کہ:

''یا اللہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹی کے فرزند کے ساتھ جو کچھ کیا جارہا ہے میں اس کا شکوہ آپ ہی سے کرتا ہوں، یا اللہ ان کو چن چن کر قتل کر ان کے ٹکڑے ٹکڑے فرما دے، ان میں سے کسی کو باقی نہ چھوڑ۔''

اول تو ایسے مظلوم کی بددعا پھر نواسۂ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اس کی قبولیت میں شبہ کیا تھا، دعا قبول ہوگئی اور آخرت سے پہلے دنیا ہی میں ایک ایک کر کے بری طرح مارے گئے۔

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ قتل حسینؓ میں شریک تھے ان میں سے ایک بھی نہیں بچا جس کو آخرت سے پہلے دنیا میں سزا نہ ملی ہو۔ کوئی قتل کیا گیا، کسی کا چہرہ سخت سیاہ ہوگیا، یا مسخ ہوگیا، یا چند ہی روز میں ملک وسلطنت چھن گئے اور ظاہر ہے کہ یہ ان کے اعمال کی اصلی سزا نہیں، بلکہ اس کا ایک نمونہ ہے جو لوگوں کی عبرت کے لئے دنیا میں دکھا دیا گیا ہے۔

قاتل حسینؓ اندھا ہوگیا

سبط ابن جوزیؒ نے روایت کیا ہے کہ ایک بوڑھا آدمی حضرت حسینؓ کے قتل میں شریک تھا، وہ دفعۃً نابینا ہوگیا تو لوگوں نے سبب پوچھا، اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آستین چڑھائے ہوئے ہیں، ہاتھ میں تلوار ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے چمڑے کا وہ فرش ہے جس پر کسی کو قتل کیا جاتا ہے اور اس پر قاتلانِ حسینؓ میں سے دس آدمیوں کی لاشیں

---

[1] بعض اہل تاریخ نے دوسرا نام ذکر کیا ہے۔ ۱۲ ش

ذبح کی ہوئی پڑی ہیں ، اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے ڈانٹا اور خونِ حسینؓ کی ایک سلائی میری آنکھوں میں لگا دی ، میں صبح اٹھا تو اندھا تھا۔ (اسعاف)

منہ کالا ہوگیا

نیز ابن جوزیؒ نے نقل کیا ہے کہ جس شخص نے حضرت حسینؓ کے سرمبارک کو اپنے گھوڑے کی گردن میں لٹکایا تھا اس کے بعد اسے دیکھا گیا کہ اس کا منہ کالا تارکول ہوگیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ تم سارے عرب میں خوش رو آدمی تھے، تمہیں کیا ہوگیا۔ اس نے کہا جس روز سے میں نے یہ سر گھوڑے کی گردن میں لٹکایا ، جب ذرا سوتا ہوں دو آدمی میرے بازو پکڑتے ہیں اور مجھے ایک دہکتی ہوئی آگ پر لے جاتے ہیں اور اس میں ڈال دیتے ہیں جو مجھے جھلس دیتی ہے اور اسی حالت میں چند روز کے بعد مر گیا۔

آگ میں جل گیا

نیز ابن جوزی نے سدی سے نقل کیا ہے کہ انھوں نے ایک شخص کی دعوت کی۔ مجلس میں یہ ذکر چلا کہ حسینؓ کے قتل میں جو بھی شریک ہوا ، اس کو دنیا میں بھی جلد سزا مل گئی۔ اس شخص نے کہا کہ بالکل غلط ہے میں خود ان کے قتل میں شریک تھا، میرا کچھ بھی نہیں بگڑا۔ یہ شخص مجلس سے اٹھ کر گھر گیا، جاتے ہی چراغ کی بتی درست کرتے ہوئے اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی اور وہیں جل بھن کر رہ گیا۔ سدی کہتے ہیں کہ میں نے خود اس کو صبح دیکھا تو کوئلہ ہو چکا تھا۔

تیر مارنے والا پیاس سے تڑپ تڑپ کر مر گیا

جس شخص نے حضرت حسینؓ کے تیر مارا اور پانی نہیں پینے دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے ایسی پیاس مسلط کر دی کہ کسی طرح پیاس بجھتی نہ تھی ، پانی کتنا ہی پی جائے پیاس سے تڑپتا رہتا تھا، یہاں تک کہ اس کا پیٹ پھٹ گیا اور وہ مر گیا۔

ہلاکت یزید

شہادت حسینؓ کے بعد یزید کو بھی ایک دن چین نصیب نہ ہوا، تمام اسلامی ممالک میں خونِ شہداء کا مطالبہ اور بغاوتیں شروع ہوگئیں، اس کی زندگی اس کے بعد دو سال آٹھ ماہ اور ایک روایت میں تین سال آٹھ ماہ سے زائد نہیں رہی دنیا میں بھی اس کو اللہ تعالیٰ نے ذلیل کیا اور اسی ذلت کے ساتھ ہلاک کیا۔

کوفہ پر مختار کا تسلط

اور تمام قاتلانِ حسینؓ کی عبرتناک ہلاکت

قاتلانِ حسینؓ پر طرح طرح کی آفات ارضی و سماوی کا ایک سلسلہ تو تھا ہی۔ واقعۂ شہادت سے پانچ ہی سال بعد (سن ٦٦ھ) میں مختار نے قاتلانِ حسینؓ سے قصاص لینے کا ارادہ ظاہر کیا تو عام مسلمان اس کے ساتھ ہوگئے اور تھوڑے عرصہ میں اس کو یہ قوت حاصل ہوگئی کہ کوفہ اور عراق پر اس کا تسلط ہوگیا اس نے اعلانِ عام کردیا کہ قاتلانِ حسینؓ کے سوا سب کو امن دیا جاتا ہے اور قاتلانِ حسینؓ کی تفتیش و تلاش پر پوری قوت خرچ کی اور ایک ایک کو گرفتار کر کے قتل کیا، ایک روز میں دو سو اڑتالیس آدمی اس جرم میں قتل کیے گئے کہ وہ قتل حسینؓ میں شریک تھے اس کے بعد خاص لوگوں کی تلاش اور گرفتاری شروع ہوئی۔

عمرو بن حجاج زبیدی پیاس اور گرمی میں بھاگا، پیاس کی وجہ سے بیہوش ہوکر گر پڑا، ذبح کردیا گیا۔

شمر ذی الجوشن جو حضرت حسینؓ کے بارے میں سب سے زیادہ شقی اور سخت تھا، اس کو قتل کر کے لاش کتوں کے سامنے ڈال دی گئی۔

عبداللہ بن اسید جہنی، مالک بن بشیر بدی، حمل بن مالک کا محاصرہ کرلیا گیا، انہوں نے رحم کی درخواست کی۔ مختار نے کہا، ظالمو! تم نے سبط رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم پر رحم نہ کھایا تم پر کیسے رحم کیا جائے ، سب کو قتل کیا گیا اور مالک بن بشیر نے حضرت حسینؓ کی ٹوپی اٹھائی تھی ، اس کے دونوں ہاتھ دونوں پیر قطع کر کے میدان میں ڈال دیا، تڑپ تڑپ کر مر گیا۔

عثمان بن خالد اور بشر بن شمیط نے مسلم بن عقیلؓ کے قتل میں اعانت کی تھی ، ان کو قتل کر کے جلا دیا گیا۔

عمرو بن سعد جو حضرت حسینؓ کے مقابلہ میں لشکر کی کمان کر رہا تھا ، اس کو قتل کر کے اس کا سر مختار کے سامنے لایا گیا اور مختار نے اس کے لڑکے حفص کو پہلے سے اپنے دربار میں بٹھا رکھا تھا ، جب یہ سر مجلس میں آیا تو مختار نے حفص سے کہا تو جانتا ہے ، یہ سر کس کا ہے؟ اس نے کہا ہاں ، اور اس کے بعد مجھے بھی اپنی زندگی پسند نہیں۔ اس کو بھی قتل کر دیا گیا اور مختار نے کہا کہ عمرو بن سعد کا قتل تو حسینؓ کے بدلہ میں ہے اور حفص کا قتل علی بن حسینؓ کے بدلہ میں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ پھر بھی برابری نہیں ہوئی اگر میں تین چوتھائی قریش کو بدلہ میں قتل کر دوں تو حضرت حسینؓ کی ایک انگلی کا بھی بدلہ نہیں ہوسکتا۔

حکیم بن طفیل جس نے حضرت حسینؓ کے تیر مارا تھا ، اس کا بدن تیروں سے چھلنی کر دیا گیا، اسی میں ہلاک ہوا۔

زید بن رفاد نے حضرت حسینؓ کے بھتیجے مسلم بن عقیلؓ کے صاحبزادے عبداللہؓ کے تیر مارا ، اس نے ہاتھ سے اپنی پیشانی چھپائی ، تیر پیشانی پر لگا ، اور ہاتھ پیشانی کے ساتھ بندھ گیا اس کو گرفتار کر کے اول اس پر تیر اور پتھر برسائے گئے پھر زندہ جلا دیا گیا۔

سنان بن انس جس نے سر مبارک کاٹنے کا اقدام کیا تھا کوفہ سے بھاگ گیا، اس کا گھر منہدم کر دیا گیا۔

قاتلانِ حسینؓ کا یہ عبرتناک انجام معلوم کر کے بے ساختہ یہ آیت زبان

پر آتی ہے:

کذلک العذاب ولعذاب الآخرة اکبر لو کانوا یعلمون ۝

"عذاب ایسا ہی ہوتا ہے اور آخرت کا عذاب اس سے بڑا ہے، کاش وہ سمجھ لیتے۔"

مرقع عبرت

عبدالملک بن عمیر لیثی کا بیان ہے کہ میں نے کوفہ کے قصر امارت میں حضرت حسینؓ کا سر عبداللہ بن زیاد کے سامنے ایک ڈھال پر رکھا ہوا دیکھا، پھر اسی قصر میں عبداللہ بن زیاد کا سر کٹا ہوا مختار کے سامنے دیکھا پھر اسی قصر میں مختار کا سر کٹا ہوا مصعب بن زبیر کے سامنے دیکھا، پھر اسی جگہ مصعب بن زبیر کا سر عبدالملک کے سامنے دیکھا۔ میں نے یہ واقعہ عبدالملک سے ذکر کیا، تو اس قصر کو منحوس سمجھ کر یہاں سے منتقل ہوگیا۔ (تاریخ الخلفاء)

حضرت ابوہریرہؓ کو شاید اس فتنہ کا علم ہوگیا تھا۔ وہ آخر عمر میں یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! میں آپ سے پناہ مانگتا ہوں، ساٹھویں سال اور نوعمروں کی امارت سے۔ ہجرت کے ساٹھویں سال ہی یزید جیسے نوعمر کی خلافت کا قضیہ چلا اور یہ فتنہ پیش آیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

نتائج وعبر

واقعۂ شہادت کی تفصیل آپ نے سنی۔ اس میں ظلم و جور کے طوفان دیکھے، ظالموں اور ناخدا ترس لوگوں کا بڑھتا ہوا اقتدار نظر آیا، دیکھنے والوں نے یہ محسوس کیا کہ ظلم وجور اور فسق و فجور ہی کامیاب ہے۔ مگر آنکھ کھلی تو معلوم ہوا کہ یہ سب طلسم تھا جو آنکھ جھپکنے میں ختم ہوگیا اور دیکھنے والوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا کہ

ظلم و جور کو فلاح نہیں۔ ظالم، مظلوم سے زیادہ اپنی جان پر ظلم کرتا ہے:

پند اشت ستمگر کہ ستم بر ما کرد
برگردن وے بماندو برما بگذشت

اور یہ جن مظلوموں کو فنا کرنا چاہا تھا وہ درحقیقت آج تک زندہ ہیں اور قیامت تک زندہ رہیں گے۔ گھر گھر میں ان کا ذکر خیر ہے۔ اور صدیاں گزر گئیں، کروڑوں انسان ان کے نام پر مرتے ہیں اور ان کے نقش قدم کی پیروی کو پیغام حیات سمجھتے ہیں۔ آیت ان العاقبۃ للمتقین ایک محسوس حقیقت ہو کر سامنے آگئی کہ حق و باطل کے معرکہ میں آخری فتح اور کامیابی حق کی ہوا کرتی ہے۔

اس میں عام لوگوں کے لئے اور بالخصوص ان لوگوں کے لئے جو حکومت و اقتدار کے نشہ میں مست ہو کر ظلم و عدل سے قطع نظر کرلیں۔ بڑی نشانیاں ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

معرکۂ حق و باطل میں کسی وقت حق آواز دب جائے، اہل حق شکست کھا جائیں تو یہ بات نہ حق کے حق ہونے کے خلاف ہے، نہ باطل کے باطل ہونے کے منافی، دیکھنا انجام کار کا ہے کہ آخر میں حق پھر اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ کامیاب ہوتا ہے۔

حجاج بن یوسف کا انجام

تاریخ کا ادنیٰ طالبعلم جانتا ہے کہ حجاج کا نام ظلم و ستم کی نشانی بن چکا ہے، اس کے ہاتھوں ہزاروں اہل اللہ مظلومانہ قتل کئے گئے، خود حجاج کا انجام بھی اچھا نہیں ہوا۔ آخری بزرگ جو اس کے ہاتھوں شہید ہوئے حضرت سعید بن جبیرؒ ہیں۔ ان کی شہادت سے پہلے حجاج کی ان سے گفتگو خاصی عبرت انگیز ہے۔ اس

لئے ذیل میں تفصیل سے نقل کیا جاتا ہے۔

حجاج : تمہارا کیا نام ہے؟

ابن جبیر: سعید بن جبیر

حجاج : نہیں بلکہ اس کے برعکس شقی بن کسیر

ابن جبیر: میری ماں تم سے زیادہ میرے نام سے واقف تھی۔

حجاج : تمہاری ماں بھی بدبخت تھی اور تم بھی بدبخت ہو۔

ابن جبیر: غیب کا علم دوسری ذات کو ہے۔

حجاج : میں تمہاری دنیا کو دہکتی ہوئی آگ سے بدل دوں گا۔

ابن جبیر: اگر مجھ کو یقین ہوتا کہ یہ تمہارے اختیار میں ہے تو میں تم کو معبود بنالیتا۔

حجاج : محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

ابن جبیر: وہ امام ہدیٰ اور رحمت تھے۔

حجاج : علیؓ اور عثمانؓ کے بارے میں کیا رائے ہے وہ جنت میں ہیں یا دوزخ میں؟

ابن جبیر: اگر میں وہاں گیا ہوتا اور وہاں کے رہنے والوں کو دیکھا ہوتا تو بتا سکتا تھا۔

(غیب کے سوال کا میں کیا جواب دے سکتا ہوں)

حجاج : خلفاء کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن جبیر: میں ان کا وکیل نہیں ہوں۔

حجاج : ان میں سے تم کس کو زیادہ پسند کرتے ہو؟

ابن جبیر: جو میرے خالق کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ تھا۔

حجاج : خالق کے نزدیک کون سب سے زیادہ پسندیدہ تھا؟

ابن جبیر: اس کا علم اس ذات کو ہے جو بھیدوں اور ان کی پوشیدہ باتوں کو جانتا

ہے۔

حجاج : عبدالملک کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟

ابن جبیر: تم ایسے شخص کے متعلق کیا پوچھتے ہو، جس کے گناہوں میں سے ایک گناہ تمہارا وجود ہے۔

حجاج : تم ہنستے کیوں نہیں؟

ابن جبیر: وہ کس طرح ہنس سکتا ہے جو مٹی سے پیدا کیا گیا ہے اور مٹی کو آگ کھا جاتی ہے۔

حجاج : پھر ہم لوگ تفریحی مشاغل سے کیوں ہنستے ہیں؟

ابن جبیر: سب کے دل یکساں نہیں ہوتے۔

حجاج : تم نے کبھی تفریح کا سامان دیکھا بھی ہے؟

یہ پوچھ کر حجاج نے عود اور بانسری بجانے کا حکم دیا۔ اس کا نغمہ سن کر ابن جبیر رو دیئے۔ حجاج نے کہا یہ رونے کا کیا موقع ہے؟ موسیقی تو ایک تفریح کی چیز ہے۔ ابن جبیر نے جواب دیا نہیں وہ نالہ غم ہے، بانسری کی پھونک نے مجھے وہ آنے والا بڑا دن یاد دلایا جس دن صور پھونکا جائے گا اور عود ایک کاٹے ہوئے درخت کی لکڑی ہے جو ممکن ہے ناحق کاٹی گئی ہو۔ اور اس کے تار ان بکریوں کے پٹھوں کے ہیں جو ان کے ساتھ قیامت کے دن اٹھائی جائیں گی۔ یہ سن کر حجاج بولا سعید تمہاری حالت بھی افسوس کے قابل ہے، انہوں نے جواب دیا وہ شخص افسوس کے قابل نہیں ہے۔ جو آگ سے نجات دیکر جنت میں داخل کیا گیا۔

حجاج : خدا کی قسم تم کو قتل کر کے واصل جہنم کئے بغیر اس جگہ سے نہ ہٹوں گا۔ بتاؤ تم کس طرح قتل کیا جانا پسند کرتے ہو؟

ابن جبیر: خدا کی قسم تم دنیا میں جس طرح مجھے قتل کرو گے، خدا تم کو آخرت میں اسی طرح قتل کرے گا۔

حجاج : کیا تم چاہتے ہو کہ میں تم کو معاف کر دوں؟

ابن جبیر: اگر تم معاف کر دو گے تو وہ خدا کی جانب سے ہوگا (تمہارا احسان نہ ہوگا)

حجاج : تو میں تم کو قتل کر دوں گا۔

ابن جبیر: اللہ تعالیٰ نے میرا ایک وقت مقرر کر دیا ہے، اس وقت تک پہنچنا ضروری ہے، اس کے بعد اگر میرا وقت آگیا ہے تو پھر وہ ایک فیصل شدہ امر ہے، اس سے مفر نہیں ہے اور اگر عافیت مقدر ہے تو وہ بھی خدا کے ہاتھ میں ہے۔

قتل کا حکم اور استقلال و استقامت

اس گفتگو کے بعد حجاج نے جلاد کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ یہ حکم سن کر حاضرین میں سے ایک شخص رونے لگا۔ ابن جبیرؒ نے اس سے پوچھا تم کیوں روتے ہو؟ اس نے کہا آپ کے قتل پر۔ فرمایا اس کے لئے رونے کی ضرورت نہیں۔ یہ واقعہ تو خدا کے علم میں پہلے سے موجود تھا۔ پھر یہ آیت تلاوت کی :

ما اصاب من مصیبة فی الارض ولافی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراھا (حدید: ۲۲)

”تم کو زمین اور اپنی جانوں میں جو مصیبتیں پہنچیں ان کو پیدا کرنے سے پہلے ہم نے لکھ رکھا ہے۔

مقتل میں جانے سے پہلے اپنے صاحبزادے کو دیکھنے کے لئے بلایا، وہ بھی آکر رونے لگے آپ نے ان سے فرمایا تم روتے کیوں ہو۔ ستاون سال کے بعد تمہارے باپ کی زندگی تھی ہی نہیں۔ پھر رونے کا کون سا مقام ہے؟

غرض نہایت صبر و استقلال کے ساتھ ہنستے ہوئے مقتل کی طرف چلے،

حجاج کو اطلاع دی گئی کہ اس وقت بھی ابن جبیر کے لبوں پر ہنسی ہے، اس نے واپس بلا کر پوچھا تم ہنس کس بات پر رہے تھے، فرمایا "خدا کے مقابلہ میں تمہاری جراتوں اور تمہارے مقابلہ میں اس کے حلم پر۔"

یہ سن کر حجاج نے اپنے سامنے ہی قتل کا چمڑا بچھانے کا حکم دیا، اور قتل کا ارشاد دیا۔ ابن جبیر نے کہا اتنی مہلت دو کہ میں دو رکعت نماز پڑھ لوں۔ حجاج نے کہا اگر مشرق کی سمت رخ کرو تو اجازت مل سکتی ہے۔ فرمایا کچھ ہرج نہیں ایـنـمـا تولوا فثم وجه الله پھر یہ آیت تلاوت کی :

انـی وجهـت وجهـی لـلـذی فـطـر الـسـموت والارض
حنیفا واما انا من المشرکین ۝ (انعام۔۹)

"میں نے یکسو ہو کر اپنا رخ اس ذات کی طرف کیا۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں نہیں ہوں۔"

حجاج نے حکم دیا، سر کے بل جھکا دو۔ یہ حکم سن کر ابن جبیر نے راہ تسلیم و رضا میں خود سر کو خم کر دیا اور یہ آیت پڑھی :

مـنـهـا خـلـقـنـکـم وفیها نعیدکم ومنها نخرجکم تارة
اخری (طٰہٰ۔۳)

"اسی (زمین) سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں تم کو لوٹائیں گے پھر اسی میں سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔"

اور کلمہ شہادت پڑھ کر بارگاہ ایزدی میں دعا کی کہ "خدایا میرے قتل کے بعد پھر اس (حجاج) کو کسی کے قتل پر قادر نہ کرنا۔"

جلاد شمشیر برہنہ موجود تھا، حجاج کے حکم پر دفعتہً تلوار چمکی اور ایک کشتۂ حق کا سر زمین پر تڑپنے لگا، زمین پر گرنے کے بعد زبان سے آخری کلمہ لا الہ الا اللہ نکلا۔

اس سلسلہ میں یہ واقعہ لائق ذکر ہے کہ ابن جبیر کے جسم سے عام قتل ہونے والوں سے بہت زیادہ خون نکلا تھا، حجاج نے اطباء کو بلا کر اس کا سبب دریافت کیا کہ دوسرے مقتولوں کے جسم سے خون بہت کم نکلتا ہے اور ان کے جسم سے خون کے فوارے رواں تھے۔ اطباء نے جواب دیا کہ خون روح کے تابع ہے، جن لوگوں کو پہلے قتل کیا گیا، ان کی روح قتل سے پہلے ہی اس کے حکم ہی سے تحلیل ہو چکی تھی اور ابن جبیر کی روح پر اس کا کوئی اثر نہ تھا۔ یہ واقعہ شعبان ۹۴ھ میں پیش آیا اس وقت ابن جبیر کی عمر باختلاف روایت ۵۷ یا ۴۹ سال کی تھی۔

حسن بصریؒ پر اثر

سعید بن جبیرؒ کی شخصیت ایسی تھی کہ تمام اکابر تابعین اس واقعہ سے سخت متأثر ہوئے۔ حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا۔ خدایا ثقیف کے فاسق (حجاج) سے اس کا انتقام لے خدا کی قسم اگر ساری روئے زمین کے باشندے بھی ان کے قتل میں شریک ہوتے تو خدا ان سب کو منہ کے بل دوزخ میں جھونک دیتا۔

حجاج کا انجام

سعیدؒ کی بددعا بے اثر نہ رہی، ان کا خونِ ناحق رنگ لایا۔ چنانچہ ان کے مقتول ہونے کے بعد ہی حجاج سخت دماغی امراض اور توہم میں مبتلا ہو کر چند ہی دنوں کے بعد بستر مرگ پر لیٹ گیا۔ بیماری کی حالت میں اس کو بیہوشی کے دورے ہوتے تھے۔ بیہوشی اور غنودگی کی حالت میں اسے نظر آتا تھا کہ ابن جبیر اپنے کپڑے سمیٹے ہوئے اس سے پوچھ رہے ہیں کہ دشمن خدا تو نے مجھے کس جرم میں قتل کیا؟ یہ خواب پریشان دیکھ کر وہ گھبرا کر اٹھ بیٹھتا تھا اور کہتا تھا، مجھے سعیدؒ سے کیا واسطہ؟ اسی مجنونانہ حالت میں ۹۵ھ میں مر گیا۔ اس طرح ابن جبیرؒ کے قتل کے بعد اسے دوسرے آدمیوں کے قتل کرنے کا موقع نہ مل سکا۔

حجاج کی موت کے بعد اس کو ایک شخص نے خواب میں دیکھا، پوچھا خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس نے کہا ہر ہر مقتول کے بدلہ میں مجھے ایک ایک مرتبہ قتل کیا گیا اور ابن جبیرؓ کے انتقام میں ستر مرتبہ۔

علامہ ابن خلکان نے اپنی کتاب ''وعینات الاعیان'' میں حجاج کے مرض الوفات اور اس کے حسرتناک انجام کا تفصیلی ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

آخری زمانہ میں اسے پیٹ کے اندر خارش کی بیماری ہوگئی تھی۔ اس نے طبیب کو معائنہ کے لئے بلایا تو اس نے گوشت لے کر اسے دھاگے کے ساتھ باندھ کر اس کے حلق میں ڈال کر کچھ دیر چھوڑ دیا، پھر اسے نکالا تو اس کے ساتھ بہت سے کیڑے چمٹے ہوئے تھے اور پھر اللہ تعالیٰ نے سردی کو اس پر مسلط کر دیا۔ چنانچہ اس کے اردگرد آگ سے بھری ہوئی انگیٹھیاں رکھی جاتی تھیں اور اس کے انتہائی قریب کی جاتی تھیں حتیٰ کہ کھال تک جل جاتی تھی مگر وہ محسوس بھی نہ کرتا تھا۔

تنگ آکر اس نے حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے پاس اپنی تکلیف کی شکایت کی تو آپ نے اس سے کہا میں نے تجھے منع کیا تھا کہ تو صالحین کو نہ ستایا کر مگر تو باز نہ آیا۔ اس نے آپ سے کہا اے حسن! میں آپ سے یہ نہیں کہتا کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ اس کیفیت کو مجھ سے دور کر دے بلکہ میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ آپ اللہ سے دعا کریں کہ وہ جلد میری روح قبض کر لے اور میرے عذاب کو لمبا نہ کرے۔ حضرت حسنؒ رونے لگے، حجاج پندرہ دن اس بیماری کی حالت میں رہا اور ماہ رمضان میں فوت ہوگیا۔ بعض نے شوال ۹۵ھ میں اس کی وفات بیان کی ہے اور اس کی عمر ۵۳ سال تھی اور بعض نے ۵۴ سال بیان کی ہے اور یہی صحیح ہے۔

اور طبری نے اپنی تاریخ کبیر میں بیان کیا ہے کہ حجاج ۲۱ رمضان ۹۵ھ کو جمعہ کے روز فوت ہوا اور طبری کے سوا دوسرے مورخین نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت حسن بصریؒ کو حجاج کی موت کی خبر ملی تو آپ نے اللہ کے حضور سجدۂ شکر کیا

اور دعا کی ''اے اللہ تو نے اسے موت دی ہے اس کے ظالمانہ طریقہ کو بھی ہم سے دور کر دے۔'' اور اس کی موت واسط شہر میں ہوئی اور وہیں اسے دفن کیا گیا۔ اس کی قبر مٹا دی گئی اور اس پر پانی چھوڑ دیا گیا۔ اللہ اس پر رحم کرے اور اس سے درگزر کرے۔

مرنے سے پہلے اس نے اپنے خواب میں دیکھا کہ اس کی دونوں آنکھیں اکھیڑ دی گئی ہیں اور ہند بنت مہلب بن ابی صفرہ ازدی اور ہند بنت اسماء بن خارجہ اس کی بیویاں تھیں اس نے دونوں کو اس خیال سے طلاق دے دی کہ اس کے خواب کی تعبیر یہی ہے مگر جلد ہی یمن سے اس کے پاس اس کے بھائی محمد کی وفات کی خبر آ گئی، اس کی وفات اسی روز ہوئی جس روز اس کا بیٹا محمد فوت ہوا تو اس نے کہا خدا کی قسم یہ میرے خواب کی تعبیر ہے۔ محمد اور محمد ایک ہی دن میں فوت ہوئے۔

حضرت بابا فرید الدینؒ کے واقعات

حضرت شیخ حامد بن فضل اللہ'' بزرگان چشت کے سلسلے میں لکھی جانے والی قدیم کتاب ''سیر العارفین'' میں لکھتے ہیں :

درویشوں کی کج خلقی اور اس کا انجام

حضرت نظام الدین اولیاءؒ سے منقول ہے کہ جس زمانے میں، میں حضرت شیخ فرید الدینؒ کی خدمت میں حاضر تھا کہ ایک دفعہ پانچ درویش ان کی خدمت میں پہنچے۔ وہ درویش کج خلق اور بہت باتونی تھے، کچھ دیر کے بعد حضرت کے پاس سے اٹھے اور یہ بات کہی کہ ہم ساری دنیا میں گھومے پھرے لیکن جیسا درویش کہ چاہئے دیسا ہمیں نہیں ملا۔ درویشی کا دعویٰ کرنے والے چند لوگ جنہوں نے اپنے آپ کو درویش مشہور کر رکھا ہے، ملے۔

حضرت فرید الدینؒ نے فرمایا کہ اے درویشو! تھوڑی دیر یہاں بیٹھو (کچھ قیام کرو) تاکہ میں تمہیں درویش دکھاؤں۔ کھانا پیش کیا مگر وہ وہاں سے چل دیئے۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ خیر جب یہاں سے جاتے ہو تو دوسرے راستے سے جانا کہ جو آباد ہے۔ وہ لوگ چونکہ پریشان تھے انہوں نے حضرت کی گفتگو کی طرف توجہ نہیں کی اور چل پڑے۔ حضرت نے ایک شخص کو ان کے پیچھے دوڑایا تاکہ وہ معلوم کرے کہ کس راستے سے گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ شخص جو ان کے پیچھے دریافت حال کے لئے گیا تھا، یہ خبر لایا کہ وہ لوگ جنگل کے راستے سے گئے۔ حضرت شیخ نے جب یہ خبر سنی تو بہت روئے اور فرمایا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون یہاں تک کہ خبر آئی کہ ان پانچوں آدمیوں کو لو لگ گئی۔ چار ایک ساتھ مر گئے ان میں سے ایک کسی کنویں پر پہنچا اس نے پانی بہت پی لیا اور وہیں مر گیا۔ (ص ۵۴)

شرف الدین قیامی کی بدتہذیبی

سلطان المشائخ فرماتے تھے کہ جب میں سر منڈا کر شیخ شیوخ العالم فرید الدین قدس اللہ سرہ العزیز کی خدمت سے دہلی آیا تو وہ کمبل کا خرقہ، جو شیخ شیوخ العالم سے مجھے ملا تھا، پہن کر جامع مسجد جا رہا تھا کہ شرف الدین قیامی نے مجھے بلایا۔ میں نے اپنے مرید ہونے کی کیفیت اور خلعت پانے کا حال اس سے بیان کیا۔ میرا سارا حال سن کر اس نے نہایت نامناسب الفاظ میں دو مرتبہ شیخ شیوخ العالم کا ذکر کیا اور مجھے بھی برا بھلا کہا لیکن باوجود اس کے کہ میں جواب دینے کی طاقت رکھتا تھا، میں نے برداشت کیا۔ شیخ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے:

بخدا دلبر و پائے تو کز دوستیت
خبر از دشمن و اندیشہ دشنا م نیست

جب میں پھر شیخ شیوخ العالم کی خدمت میں گیا تو میں نے سارا واقعہ

بیان کیا۔ یہ واقعہ سن کر شیخ شیوخ العالم ہائے ہائے کر کے رونے لگے اور میرے برداشت کرنے پر میری تعریف فرمائی۔ اسی غلبۂ حال میں آپ کی زبان مبارک سے نکلا کہ میرا خیال تھا کہ شیخ شرف الدین اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ جب میں دہلی پہنچا تو شرف الدین قیامی کا انتقال ہو چکا تھا۔

ایک فقیر کی گستاخی

حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلی اودھی سے منقول ہے کہ میں نے اپنے پیر نظام الدین اولیاءؒ سے سنا ہے کہ ایک دن ایک درویش گدڑی پہنے ہوئے شیخ المشائخ فرید الدین کی خدمت میں پہنچا۔ شیخ نے اس کو کچھ دلوا دیا اور جانے کو کہا۔ فقیر کھڑا رہا، اس نے دیکھا کہ شیخ کے مصلے پر شانہ دان میں ایک کنگھی رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ اے شیخ یہ کنگھی مجھے دے دو۔ چونکہ شیخ الاسلام کے پاس وہی ایک کنگھی تھی، انہوں نے کچھ جواب نہیں دیا۔ پھر اس فقیر نے بڑے زور سے سخت آواز میں کہا کہ اے شیخ اگر تو یہ کنگھی مجھے دے تو تجھے مجھ سے برکت حاصل ہو۔ اس کے بعد شیخ المشائخ فرید الحق نے فرمایا کہ میں نے تجھے اور تیری برکت کو بہتے ہوئے پانی میں ڈال دیا۔ اس کے بعد وہ فقیر ان کے سامنے سے چلا گیا۔ قصبہ اجودھن کے پاس دریا جاری ہے جب وہ وہاں پہنچا تو اس نے گدڑی اتاری اور غسل کے لئے دریا میں اترا۔ وہ دریا میں ایسا ڈوبا کہ اس کا نشان بھی نہ ملا۔

(سیر العارفین)

متصرف کی دشمنی

حضرت شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلی اودھی سے منقول ہے کہ قصبہ اجودھن کا متصرف اس مقام کے قاضی سے میل رکھتا تھا اور ہمیشہ شیخ کی اولاد اور ان کے عزیزوں کو تکلیفیں پہنچاتا رہتا تھا۔ حضرت شیخ کو ہمیشہ یہ خبر پہنچتی مگر شیخ توجہ

نہیں کرتے تھے۔ جب ان کی جانب سے تکالیف انتہا کو پہنچ گئیں تو مولانا شہاب الدین نے جو حضرت شیخ کے بڑے صاحبزادے تھے عرض کیا کہ آپ کی یہ بزرگی ہمیں یہی فائدہ دیتی ہے کہ دن رات قصبے کے متصرف کی دشمنی کی وجہ سے تکالیف میں مبتلا ہیں۔ شیخ نے وہ عصا جوان کے سامنے رکھا تھا، اٹھایا اور زمین پر مارا۔ اسی وقت متصرف مذکور کے پیٹ میں درد اٹھا۔ اس نے کہا کہ مجھ کو اٹھا کر شیخ کے دروازے پر لے چلو۔ دروازے تک نہیں آنے پایا تھا کہ مرگیا۔

محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے واقعات

حضرات صوفیاء کرام کا برصغیر پاک و ہند میں اسلام پھیلانے میں بڑا ہاتھ ہے۔ اکابر صوفیاء کی مسلم عوام پر بڑی گرفت ہوتی تھی جس کی وجہ سے بسا اوقات بادشاہ وقت بھی ان سے حسد کرنے لگتا تھا۔ چنانچہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ، حضرت نصیر الدین محمود چراغ دہلی وغیرہ کو براہ راست بادشاہ وقت سے ایذا رسانی کا سامنا کرنا پڑا۔ سلطان علاؤالدین کے بعد اس کا دوسرا بیٹا قطب الدین مبارک شاہ ولیؒ عہد سلطنت خضر خان کو محروم کر کے غاصبانہ تخت سلطنت پر بیٹھا، خضر خان چونکہ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا مرید تھا، اس لئے قطب الدین حضرت سے بھی ناراض رہتا تھا، اس نے اپنی ایک جامع مسجد ''جامع میری'' کے نام سے بنوائی تھی، اور تمام مشائخ و علماء کو حکم تھا کہ اسی میں آکر نماز جمعہ ادا کریں۔ سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاءؒ نے کہلا بھیجا کہ ہمارے قریب ایک مسجد ہے اس کا حق زیادہ ہے۔ ہم وہیں نماز پڑھیں گے اور وہ جامع میری نہیں گئے، بادشاہ سخت برافروختہ ہوا۔

اسی طرح ہر نو چندی کو اعیان اور مشاہیر شہر دربار شاہی میں پیش ہو کر نذر گزارتے تھے۔ سلطان المشائخ اس تقریب میں بھی شریک نہیں ہوتے تھے، رمی

طور پر اپنے خادم اقبال کو بھیج دیتے تھے، اس سے بھی بادشاہ برہم تھا، اس نے اپنے تمام وزراء کو حکم دیا کہ کوئی شیخ کی زیارت کے لئے غیاث پور نہ جائے۔

امیر خسرو نے لکھا ہے کہ بادشاہ نے بارہا یہ بات کہی جو شخص شیخ کا سر لائے گا اس کو ہزار تنکہ دوں گا۔

ایک روز شیخ ضیاء الدین رزی کی درگاہ میں سلطان جی اور قطب الدین کا آمنا سامنا بھی ہوگیا، سلطان جی نے بحیثیت ایک مسلمان ہونے کے سلام کیا۔ قطب الدین نے جواب نہ دیا، یوں مسلسل واقعات قطب الدین کی حکومت کے چار سالہ دور میں پیش آتے رہے، نو چندی کی حاضری پر اصرار کا واقعہ سب سے آخر میں پیش آیا۔ قطب الدین نے بھرے دربار میں اعلان کیا "اگر آئندہ نو چندی پر نہ آئے تو ہم زبردستی لائیں گے اور دیکھ لیں گے۔" گویا یہ دھمکی تھی، بزور حکومت بلواؤں گا، شاید قتل ہی کا ارادہ ہو۔ سلطان جی کو بادشاہ کے اس عزم مصمم کی خبر پہنچی۔ انہوں نے کوئی تبصرہ نہیں فرمایا۔

اب مہینہ ایک ایک دن کر کے ختم ہو رہا تھا، نیا مہینہ جتنا نزدیک آتا جا رہا تھا اہل تعلق کا فکر و تردد بڑھتا جا رہا تھا۔ چاند مغرب کے بعد دیکھا گیا، کل پہلی تاریخ ہے۔ شہر کے اعیان و امراء دربار میں جائیں گے لیکن سلطان المشائخ یہی طے کئے ہوئے ہیں کہ میں نہیں جاؤں گا۔ قطب الدین یہ فیصلہ کئے ہوئے ہے "اگر نہ آئے تو ہم زبردستی لائیں گے، اور دیکھیں گے۔" دلی میں کھلبلی مچی ہوئی ہے، دنیا اور دین کے دو بادشاہوں کا کل معرکہ ہے رات گزرنے بھی نہ پائی کہ بدنصیب سلطان خسرو خان کے ہاتھوں مارا گیا۔ بقول طباطبائی "اسی شب ماہ میں بادشاہ کی جان پر آفت آسمانی نازل ہوئی، خسرو خاں نے اپنے ہمراہیوں کے ہمراہ اچانک محل پر حملہ کر کے بادشاہ کی خوابگاہ میں گھس کر بادشاہ کے سر کے بال پکڑے، دونوں باہم دست و گریبان ہوئے، خسرو خاں نے سلطان کے پہلو کو خنجر سے چیر کر

زمین پر ڈال دیا اور اس شامت زدہ کا سرتن سے جدا کر کے بام ہزار ستون سے نیچے زمین پر پھینک دیا۔ (تاریخ دعوت و عزیمت۔ ج۔۳ ص ۸۶،۸۶)

شیخ عماد کے لڑکوں کی گستاخی

حضرت شیخ نصیر الدین اودھی سے منقول ہے کہ ایک دن میں اور قاضی محی الدین کاشانی حضرت سلطان المشائخ نظام الدین اولیاء کے پاس بیٹھے تھے کہ کچھ احباب پہنچے اور عرض کیا کہ آج خانقاہ طوسیاں میں گئے تھے۔ شیخ عماد کے لڑکے آنجناب کے حق میں نامناسب الفاظ استعمال کر رہے تھے، ہم برداشت نہیں کر سکے اور وہاں سے آپ کی خدمت میں چلے آئے۔

حضرت شیخ نے جب یہ حکایت سنی تو اپنی زبان مبارک سے فرمایا کہ ایک روز ایک بیہودہ گو فقیر شیخ فرید الدین کی خدمت میں پہنچا۔ حضرت شیخ (بابا فرید) نے اس کو کچھ دیا اور چلتا کیا۔ روانگی کے وقت اس نے شیخ کے مصلے پر ایک کنگھی دیکھی، شیخ سے اس کو طلب کیا۔ شیخ نے جواب نہ دیا۔ درویش نے کہا کہ اے شیخ اگر یہ کنگھی مجھے دے دو تم پر برکت نازل ہو۔ حضرت شیخ نے فرمایا کہ جا میں نے تجھے اور تیری برکت کو آب رواں میں ڈال دیا۔ کچھ دنوں بعد وہ درویش غسل کے لئے دریا میں گیا تھا کہ ڈوب گیا۔ یہ حکایت فرید الدین گنج شکرؒ کے ذکر میں منقول ہے۔

حضرت نظام الدین اولیاءؒ یہی حکایت بیان کر رہے تھے کہ ایک شخص پہنچا اور اس نے کہا کہ اسی وقت شیخ عماد کے لڑکے غسل کے لئے دریا میں اُترے اور دونوں ڈوب گئے۔ (سیر العارفین۔ ص ،۱۱۱)

سلطان محمد تغلق کی حضرت نصیر الدین محمود کو ایذا رسانی

کاتب حروف قارئین کیلئے عرض پرداز ہے کہ سلطان محمد تغلق کے زمانے

میں ، جب ہندوستان کے سلطنت وسیع ہوگئی تو اس نے شیخ نصیر الدین محمودؒ کو ، جو تمام عالم کے متفقہ شیخ عصر تھے اور تمام لوگ ان کے مرید و معتقد تھے ، تکلیفیں دینا شروع کیں اور ان بزرگ نے اپنے پیروں کی اتباع کرتے ہوئے ان تکالیف کو برداشت کیا۔ اور کبھی اس سے بدلہ لینے کی کوشش نہ کی۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں یہ بادشاہ طغی کی مہم میں اس کا تعاقب کرتے ہوئے ٹھٹھہ گیا جو شہر دہلی سے ایک ہزار کوس کے فاصلے پر ہے۔ اس نے وہاں سے شیخ نصیر الدین محمود کو دوسرے علماء اور بزرگوں کے ساتھ اپنے حضور میں طلب کیا اور ان کا احترام ، جیسا کہ اسے کرنا چاہیے تھا۔ کما حقہ ، بجا نہ لایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ مذکور کو تخت سلطنت سے تختہ تابوت پر ڈال کر شہر میں لایا گیا۔ الغرض سلطان نصیر الدین محمودؒ سے پوچھا گیا کہ یہ بادشاہ آپ کو کیوں تکلیفیں دیا کرتا تھا ، تو فرمایا میرے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ایک معاملہ تھا۔ اس معاملے کی بناء پر اسے دنیا سے اٹھایا گیا۔

(سیر الاولیاء ۔ ص ۳۹۴)

حضرت مرزا مظہر جان جاناںؒ کے واقعات

آپ کی خانقاہ کے قریب ایک رافضی کا مکان تھا۔ آپ کی خانقاہ کی تنگی کے لئے اس مکان کی ضرورت تھی۔ وہ عورت جس کی ملکیت میں وہ مکان تھا آپ نے اس سے مکان کی خواہش کی ، اس عورت نے انکار کر دیا۔ آخر ایک بار آپ نے حکیم شریف خان کو جو کہ دہلی کے معززین میں سے تھے ، اس عورت کو سمجھانے کے لئے بھیجا کہ اگر تمہیں اس کی فروخت میں کچھ عار ہے تو ہم اس کی قیمت خفیہ طور پر بھیج دیتے ہیں۔ تم اسے بطور نذر پیش کر دو۔ اس بدبخت نے جو اہل اللہ سے عداوت رکھتی تھی ، حکیم موصوف کا قول قبول نہ کیا بلکہ اس نے آپ کے بارے میں بیہودہ بکا ، کیونکہ بزرگوں کو گالیاں (سب و شتم) اس فرقہ ملعونہ کی عادت

ہے۔ حکیم صاحب وہاں سے چلے آئے اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر حال بیان کیا۔ آپ نے چہرۂ مبارک آسمان کی طرف کر کے عرض کی کہ صاحب اس کا کلام (آپ نے) سن لیا ہے۔ اب میں اس وقت تک اس کا مکان نہیں لوں گا جب تک وہ خود آ کر التجا نہ کرے۔ تقدیر الٰہی سے اس کے خاندان پر (پے در پے) موت وارد ہوئی۔ ابھی ایک بچہ باقی تھا جب وہ بھی بیمار پڑ گیا تو وہ پھر سمجھ گئی کہ یہ میرے اس برے عمل کا نتیجہ ہے وہ اس بچہ کو لائی اور اس مکان کی بھی پیشکش کی۔

کرامت : حکیم رکن الدین کو بادشاہ سے وزارت کا منصب حاصل ہوا تو آپ نے حکیم سے ایک عزیز کی سفارش کی تو اس نے اس امر پر توجہ نہ کی جس سے آپ کو ملال ہوا۔ وہ چند روز کے بعد معزول کر دیا گیا پھر وہ کبھی اس منصب پر فائز نہ ہو سکا۔

کرامت : آپ دہلی کے صوبہ (دار) شاہ نظام الدین سے ناراض ہوئے تو وہ بھی معزول ہو گیا۔

حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ کا واقعہ

حضرت مخدوم ابوالقاسمؒ بہت مستجاب الدعوات مشہور تھے۔ آپ کی دعائیں بہت کم بے اثر ہوتی تھیں۔ ٹھٹھہ کے گورنر نواب سیف اللہ خان کا ایک مصاحب حضرت مخدوم محمد معین ٹھٹوی سے چھپی ہوئی دشمنی رکھتا تھا۔ اور برابر اس کوشش میں رہتا تھا کہ کسی طرح نواب سیف اللہ خان کو ان کے خلاف بھڑکا کر ان کو شدید نقصان پہنچائے۔ ایک دن نہایت عیاری سے علاقہ چاچکان کی فوجداری کی خدمات کے احکام نواب صاحب سے اس نے حاصل کر لئے۔ اس علاقہ میں مخدوم محمد معینؒ کی جاگیر تھی اس طرح اس نے ان کو نقصان پہنچانے کا منصوبہ بنایا۔ مخدوم محمد معینؒ کو جب اس سازش کا حال معلوم ہوا تو وہ فوراً اپنے پیر مخدوم ابوالقاسمؒ کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور تمام واقعہ بیان کیا۔ آپ وضو فرمارہے تھے، واقعہ سنتے ہی لوٹا آپ کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گیا۔ آپ نے مخدوم محمد معینؒ کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا، فکر مند نہ ہو، اس بداندیش کا انجام بھی ایسا ہی ہوگا۔ چنانچہ جیسے ہی وہ مصاحب فوجداری چاچکان کا حکم نامہ لے کر روانہ ہوا، راستے میں اس کا گھوڑا بدکا اور وہ گھوڑے سے گرا لیکن اس کا پیر رکاب میں پھنس گیا اور وہ گھوڑا اسی حال میں بھاگا اور اس کی لاش چور چور ہوگئی۔ (مجالس صوفیاء۔ص، ۳۸۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی ؒ کے واقعات

حضرت مدنی قدس سرہ عفو و درگزر کے پیکر تھے۔ انہوں نے اپنے مخالفوں کے لئے کبھی بددعا نہیں فرمائی بلکہ دعائیں دیتے رہے۔

امام الخطاطین سید انور حسین نفیس رقم جو نفیس شاہ صاحب کے نام سے مشہور ہیں اور حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ کے اجل خلفاء میں سے ہیں تحریر فرماتے ہیں :

حضرت مدنی ؒ کے حالات و واقعات اکثر و بیشتر سننے میں آتے رہے ہیں۔ راقم السطور نے جناب عطاء الحق و حافظ عبدالرحمٰن جالندھری (حال مقیم محلہ گورونانک پورہ فیصل آباد) جو سیدی و مولائی قطب الارشاد حضرت اقدس شاہ عبدالقادر رائے پوری قدس سرہ (م ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۹۶۲ء) سے تعلق بیعت رکھتے ہیں، کی زبانی بعض ناخوشگوار واقعات کئی مرتبہ سنے۔ ان واقعات کے وہ ثقہ راوی ہیں، نتائج کے بارے میں ان کی حیثیت عینی گواہوں کی ہے۔ رمضان المبارک ۱۳۹۲ھ میں ان واقعات کو سپرد قلم کرنے کی نوبت آگئی۔ بھائی عطاء الحق بیان کرتے گئے اور میں قلمبند کرتا چلا گیا۔ یہ واقعات حقیقت ہیں، افسانہ نہیں۔ ملاحظہ فرمائیں کہ جگر گوشہ رسول کی توہین کرنے والوں کا حشر کیا ہوا ؟

تقسیم برصغیر (اگست ۱۹۴۷ء) سے چند ماہ پیشتر شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ دیوبند سے پنجاب تشریف لائے۔ مختلف شہروں میں رونق افروز ہوئے۔ مقصد سفر پورا کرنے کے بعد لاہور سے کالکا میل میں سوار ہوئے، اسی گاڑی سے مشہور مسلم لیگی لیڈر راجہ غضنفر علی خان کے سفر کا پروگرام بھی تھا، اس کا سفر ملتوی ہوگیا لیکن پروگرام کے مطابق ہر اسٹیشن پر مسلم لیگی کارکن استقبال کے لئے موجود تھے۔

جب گاڑی امرتسر ریلوے اسٹیشن پر پہنچی تو مسلم لیگی کارکن راجہ غضنفر علی کو تلاش کرنے لگے۔ ریلوے گارڈ نے کارکنوں کو بتایا کہ راجہ صاحب کا پروگرام ملتوی ہوگیا ہے وہ اس گاڑی سے سفر نہیں کر رہے ہیں، لیکن ساتھ ہی اس نے شرارتاً انہیں بتایا کہ اس گاڑی کے فلاں ڈبے میں مولانا حسین احمد مدنی ؒ سفر کر رہے ہیں، اس پر وہ تمام مسلم لیگی کارکن اس ڈبے کے سامنے جا کھڑے ہوئے اور حضرتؒ کے خلاف نعرہ بازی اور ہلڑ بازی شروع کر دی، ٹماٹر وغیرہ ان پر پھینکنے لگے۔ اتفاقاً امرتسر کا ایک نوجوان عبدالرشید اپنا مال بک کرانے کی غرض سے اسٹیشن پر آیا ہوا تھا، اس نے ایک ڈبے کے پاس ہجوم دیکھا تو معلوم ہوا کہ ایک بزرگ کے ساتھ یہ لوگ نہایت بدتمیزی کر رہے ہیں، وہ حضرت مدنی ؒ کو جانتا بھی نہیں تھا۔

بھائی عطاء الحق صاحب کو یہ واقعہ خود عبدالرشید نے راولپنڈی میں سنایا۔ وہ امرتسر کے بعد راولپنڈی میں مقیم ہوا یہاں بھی وہی کاروبار کرتا تھا۔ عبدالرشید نہایت صحت مند نوجوان تھا، اس نے جان پر کھیل کر حضرت مدنی ؒ کی حفاظت کا فریضہ انجام دیا۔ مجمع ڈبے کے اندر داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا، عبدالرشید ڈبے کے دروازے میں پائدان پر ڈٹ کر کھڑا ہوگیا، مسلم لیگی مجمع اس پر ٹوٹ پڑا اور اس کو بیدریغ زدوکوب کیا، حتیٰ کہ اس کے سامنے کے دو دانت ٹوٹ گئے لیکن اس مرد مجاہد نے حضرت مدنی ؒ کی طرف ہجوم کو بڑھنے نہ دیا حتیٰ کہ گاڑی چل پڑی اور

وہ پلیٹ فارم پار کرنے کے بعد گاڑی سے چھلانگ لگا کر نیچے اترا۔

جب یہ گاڑی جالندھر ریلوے اسٹیشن پر پہنچی، یہاں کے مسلم لیگی کارکن بھی راجہ غضنفر علی خان کے استقبال کے لئے پلیٹ فارم پر موجود تھے، گاڑی رکتے ہی گارڈ نے انہیں راجہ کے پروگرام کے التواء کی خبر دی اور حضرت مدنی ؒ کی نشاندہی کی جس پر وہ مجمع حضرتؒ کے ڈبے پر جا پہنچا اور وہی طوفانِ بدتمیزی شروع کر دیا، اس مجمع کے سرغنہ تین مسلم لیگی نوجوان شمس الحق عرف شمی، فضل محمد اور فتح محمد تھے۔

فضل محمد اور فتح محمد جالندھر کے محلہ پرانی کچہری اور شمس الحق عرف شمی محلہ عالی کا رہنے والا تھا۔ انہوں نے حضرت اقدس مدنی ؒ کی توہین میں کوئی کسر نہ چھوڑی، گالیاں دیں، گندی چیزیں پھینکیں، حضرتؒ کا تکیہ چھینا، ٹوپی بھی اتار کر پھینک دی، ریش مبارک نوچی اور شمسی نے تھپڑ بھی مارا۔ حضرت مدنی ؒ صبر جمیل کی مجسم صورت بنے بیٹھے تھے۔ حضرتؒ کے ساتھ ایک خادم بھی تھا وہ اس صورتحال کو برداشت نہ کرسکا اس نے مزاحمت کا ارادہ کیا تو حضرتؒ نے اسے منع فرمایا کہ تم خاموش رہو۔ اگر تم برداشت نہیں کرسکتے تو دوسرے ڈبے میں چلے جاؤ مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ اتنے میں گاڑی چل دی اور مسلم لیگی کارکن اپنے اپنے گھروں کو واپس آگئے۔

صبح کو ان مسلم لیگی کارکن نے فخریہ انداز میں رات کا واقعہ اپنے محلہ پرانی کچہری میں بیان کیا۔ اس محلہ میں خانقاہ عالیہ رائے پور (ضلع سہارنپور) سے تعلق رکھنے والوں کا ایک نہایت باثر حلقہ تھا۔ یہاں قطب الارشاد حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری اور حضرت منشی رحمت علی صاحب قدس سرہ کی تشریف آوری ہوتی تھی۔ ان لوگوں نے جب حضرت اقدس مدنی ؒ کی توہین کا روح فرسا واقعہ سنا تو ان پر اس کا نہایت شدید اثر ہوا، عبدالحق بن چوہدری فضل محمد (حال مقیم

گلی نمبر ۴ محلہ گوروناتک پورہ فیصل آباد) نے فتح محمد کی زبانی گستاخانہ کلمات سنے تو وہ برداشت نہ کر سکے، انہوں نے موقع پر ہی اس کا گریبان پکڑ لیا اور کہا کہ اب بتاؤ رات کیا قصہ ہوا تھا، اور ساتھ ہی زوردار تھپڑ بھی اسے رسید کر دیئے، جس پر فتح محمد جو فخریہ اپنا کارنامہ بیان کر رہا تھا ساکت ہوگیا اور اسے جرأت نہ ہوسکی کہ وہ کوئی بات کر سکے۔ اتنے میں چوہدری امام الدین صاحب (والد بھائی عطاء الحق صاحب) بھی آگئے، انہیں جب یہ معلوم ہوا تو انہوں نے اپنا جوتا اتار لیا اور فتح محمد کی خوب پٹائی کی، حتیٰ کہ فتح محمد نے ہاتھ جوڑ کر ان سے معافی مانگی۔ چوہدری امام الدین صاحب نے یہ تنبیہ عام کر دی کہ اگر کسی نے ہمارے بزرگوں کے خلاف زبان درازی کی تو اس کا حشر برا ہوگا، ہم اسے کیفر کردار تک پہنچا کر چھوڑیں گے۔

دوسرے سرغنہ فضل محمد کا حشر یہ ہوا کہ وہ رات کو جب اپنے گھر واپس پہنچا تو اسے بخار ہوگیا۔ صبح بیدار ہوا تو اس کی پشت پر دو پھوڑے (دنبل) ظاہر ہوئے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پھر چارپائی سے اٹھنے کے قابل نہ رہا اور سخت تکلیف میں کراہتا تھا۔ پانچ چھ روز کے بعد چوہدری امام الدین نے اس کی والدہ سے (جو دوکان پر سودا خریدنے کے لئے آئی تھی) پوچھا کہ فضل کئی روز سے نظر نہیں آیا، اس نے بتایا کہ وہ سخت بیمار ہے، اس کی پشت پر پھوڑے نکل آئے ہیں۔ بھائی عطاء الحق صاحب کا بیان ہے کہ پھوڑوں میں کیڑے پڑ گئے اور انہوں نے جسم کو کھانا شروع کر دیا، پھوڑے تین انچ قطر سے کم نہیں تھے، ڈاکٹروں نے تجویز دی کہ ان ناسوروں میں روزانہ قیمہ بھر دیا جائے تاکہ کیڑے جسم کو نہ کھائیں۔ چنانچہ روزانہ پاؤ پاؤ بھر قیمہ ان دونوں ناسوروں میں بھرا جاتا تھا، دن بھر میں کیڑے اس کو کھا جاتے تھے، دوسرے روز نئے سرے سے قیمہ بھرا جاتا تھا۔ چند ماہ بعد ملک تقسیم ہوگیا اور آبادیوں کا تبادلہ شروع ہوا، محلہ پرانی کچہری کے سب لوگ اپنے گھروں کو

چھوڑ کر ریفیو جی کیمپ واقع جالندھر چھاؤنی منتقل ہوگئے لیکن خدا کی شان کہ فضل محمد اور فتح محمد اپنے اہل وعیال سمیت وہیں رہے، حالانکہ ان کے رشتہ داروں نے ہر چند اصرار کیا کہ تم بھی ہمارے ساتھ آجاؤ لیکن انہوں نے کسی کی نہ مانی۔

دوسرے دن فضل محمد اور فتح محمد نکلنے پر مجبور ہوئے۔ فضل محمد ایک ہندو کارخانہ دار بھولا ناتھ کا ملازم تھا، وہ مع اہل وعیال اس کے ہاں چلا گیا۔ فتح محمد بھی پناہ حاصل کرنے کی غرض سے اپنی بیوی اور چھ سات بچوں کے ساتھ نکلا لیکن راستے ہی میں ایک سکھ جتھے کے ہاتھوں ریلوے پھاٹک (نزد اڈا ہوشیار پور) اہل وعیال سمیت بری طرح سے قتل کر دیا گیا۔

فضل محمد چھ سات روز کے بعد اپنے مالک بھولا ناتھ کی مدد سے ریفیو جی کیمپ (واقع جالندھر چھاؤنی) میں اہل وعیال سمیت پہنچ گیا۔ فضل محمد مرض سے اس قدر تنگ آچکا تھا کہ وہ موت کی دعائیں کرتا تھا، چاہتا تھا کہ کوئی اسے مار ڈالے لیکن قدرت تو اسے نمونۂ عبرت بنانا چاہتی تھی۔ وہ زندہ سلامت لاہور پہنچ گیا، محلہ پرانی کچہری جالندھر کے تقریباً تمام افراد انجینئرنگ کالج کے ہوسٹل نزد ریلوے اسٹیشن عقب آسٹریلیا بلڈنگ میں یکے بعد دیگرے آکر مقیم ہوتے رہے، فضل محمد بھی بیوی بچوں سمیت وہاں آگیا، اس کی حالت یہ تھی کہ دن رات بے چین و بیقرار رہتا تھا اور ہر وقت تکلیف سے کراہتا تھا، اس کی نیند حرام ہوچکی تھی، وہ ننگے بدن صرف ایک تہبند باندھے رہتا تھا، اس حالت میں وہ ایک ماہ لاہور میں مقیم رہا پھر وسط اکتوبر میں وہ فیصل آباد آگیا اور محلہ گورونانک پور گلی نمبر ۴ جہاں محلہ پرانی کچہری جالندھر کے رہنے والے بیشتر لوگ آباد ہوچکے تھے، وہیں آگیا۔ اس کا مرض لاعلاج ہوچکا تھا، یہاں چند ماہ بعد اس کا اسی بیماری کی حالت میں انتقال ہوگیا۔ اس کی میت کی حالت ناگفتہ بہ تھی، اس کی لاش ایسی متعفن ہوگئی تھی کہ غسل دینے کو کوئی تیار نہیں ہوتا تھا، بڑی مشکل سے لوگوں نے اپنے ناک منہ پر کپڑا

باندھ کر یونہی پانی بہادیا اور جلد از جلد قبرستان لے کر دفن کر دیا۔

اب شمس الحق کا حال سنئے۔ یہ شخص جالندھر سے فیصل آباد آکر آباد ہوا، یہاں آکر بھی مسلم لیگی کارکن کی حیثیت سے بڑھ چڑھ کر کام کرنا شروع کیا، جلسوں میں بڑے زور و شور سے تقریریں کرتا تھا، اس نے ایک اخبار ''انصاف'' بھی جاری کیا، لیکن اس شخص کو کبھی بھی چین نصیب نہ ہوسکا۔ راقم السطور نے بھی اس کو اچھی طرح سے دیکھا ہے، وہ بڑا بدمزاج اور زبان دراز شخص تھا۔ بھائی عطاء الحق کا بیان ہے کہ میں ڈی سی آفس میں بطور کلرک ملازم تھا، میرے پاس پریس سے متعلقہ کام بھی تھا۔ شمس الحق اخبار کے سلسلے میں اکثر میرے پاس آتا جاتا تھا۔ ۱۹۴۹ء کی ابتداء کا واقعہ ہے کہ اخبار کی ڈیکلریشن کے سلسلے میں وہ میرے پاس آیا اور تقریباً آدھ گھنٹے کاغذات کی تکمیل کے سلسلے میں میرے پاس بیٹھا رہا، کاغذات مکمل کرنے کے بعد مجھے دے کر چلا گیا۔ آخری دفعہ اسے کچہری کے گیٹ پر دیکھا گیا، اس کے بعد آج تک اس کا پتہ نہیں مل سکا۔ اس کے اغواء کی خبر آناً فاناً شہر میں پھیل گئی، اخبارات کے ضمیمے شائع ہوئے، پاکستان بھر میں پوسٹر لگے، پتہ دینے والے کے لئے انعامات کا اعلان کیا گیا۔ انجمن مہاجرین جالندھر نے ملک گیر تحریک چلائی، کئی وفود وزیر اعظم لیاقت علی خان سے ملے، حکومت کی طرف سے یقین دہانیاں بھی ہوئیں لیکن جگر گوشۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کرنے والے شمی کا نام و نشان تک نہ مل سکا:

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں ندارد کہ شب را سحر کند

میاں عبدالغنی قدیم متوطن محلہ عالی جان جالندھر مسلم لیگ کا سرگرم کارکن تھا، تقسیم ملک کے بعد وہ فیصل آباد میں مقیم ہوا۔ شمس الحق عرف شمی کے ساتھیوں میں سے تھا۔ اخبار ''انصاف'' کا ڈیکلریشن اس کے نام تھا، آخر عمر میں

اس کا دماغی توازن درست نہیں رہا تھا، وہ اکثر و بیشتر یہ کہا کرتا تھا کہ میری جو یہ حالت ہے، یہ محض حضرت مدنی ؒ کی مخالفت کرنے کی وجہ سے ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

سید پور کا اخلاق سوز واقعہ

حضرت مدنی ؒ بنگال کے سفر پر تھے۔ راستہ میں سید پور کا قصبہ واقعہ تھا جس میں حضرتؒ کا ایک مرید باصفا کا چند ایام پہلے انتقال ہو چکا تھا۔ حضرت تعزیت کے لئے اس قصبہ میں تشریف لے جانے والے تھے کوئی سیاسی مذہبی جلسہ جلوس نہ تھا مگر لیگی غنڈوں کو کسی طرح حضرتؒ کی تشریف آوری کا علم ہوگیا اور اپنی دنیا اور عاقبت برباد کرتے ہوئے یہ اخلاق سوز برتاؤ حضرت کے ساتھ کیا۔

یہ ۱۹۴۶ء کا واقعہ ہے۔ اس واقعہ کی تفصیل میں مولانا کفیل احمد صاحب بجنوری کا مضمون ہدیہ ناظرین ہے، یہ مضمون روزنامہ ''حقیقت'' (لکھنؤ) میں شائع ہوا تھا۔ جو بعینہ درج ہے :

سید پور اور بھاگل پور میں جس نوعیت سے حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند صدر جمعیۃ علماء ہند کی ذات بابرکات پر قاتلانہ اور وحشیانہ حملے ہوئے وہ ہر سنجیدہ شخص کے لئے انتہائی رنج و قلق کا موجب ہیں۔

حضرت مولانا ریاض الدین صاحب سید پوری جو کہ حضرت شیخ مدظلہٗ کے میزبان اور سید پور لانے کے باعث تھے وہ کلکتہ تشریف لائے ہوئے ہیں۔ موصوف نے راقم الحروف کو نماز جمعہ سے قبل نمازیان مسجد کولوٹولہ کی موجودگی میں اپنی درد بھری داستان سنائی کہ حضرت مدنی صاحب اپنے خادم احسان الحق صاحب مرحوم کی تعزیت میں قصبہ سونار تشریف لائے ہوئے تھے اور میری درخواست پر شام کا کھانا تناول فرمانے کے لئے سید پور کے اسٹیشن پر اترے تھے۔ افسوس کہ موصوف کو

میرے غریب خانہ تک پہنچنے کی نوبت بھی نہ آئی تھی کہ دفعتہً تقریباً سات سو لوگوں کا انبوہ لیگی نعرے لگاتا ہوا اسٹیشن پر آدھمکا اور حضرت شیخ کو عریاں وشنام دہی شروع کردی۔ ہاتھوں میں لاٹھیاں، ڈنڈے اور چھریاں تھیں، بد تمیزی سے نام لے لے کر قتل کردو، مار ڈالو، ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو، یہ غدار ہے، ایسا ہے، ویسا ہے، جو کچھ منہ میں آرہا تھا، بکواس کی۔ ہم بنا بر استقبال صرف دس پندرہ آدمی تھے اور ان لوگوں میں برابر ایک شخص کے ناقوس پر ناقوس بجانے پر زیادتی ہو رہی تھی۔ چنانچہ دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً تین ہزار غنڈے سید پور ورکشاپ اور مضافات سے جمع ہوگئے اور پھر کربلا کا منظر حسین احمد ابن حسین کے سامنے آگیا۔ (انا للّٰہ وانا الیہ راجعون) مار دھاڑ شروع کر دی اور ہم چند لوگ جو شیخ مدظلہٗ کو حلقہ میں لئے ہوئے تھے کچھ مجروح اور کچھ مضروب ہو رہے تھے اور خدا جانے ہم لوگوں میں آیا فرشتے آگئے تھے یا کیا بات تھی کہ بے انتہا قوت ہمارے اندر پیدا ہو رہی تھی اور ہم کانھم بنیان مرصوص بنے ہوئے، اسی اثناء میں ایک فرعون بے سامان نے اپنی فرعونیت کا شدید ترین مظاہرہ کیا، اس نے مدنی صاحب کو زمین پر بچھاڑنے کی کوشش کی، بیدردی سے گریبان پکڑا اور آخر میں سخت مدافعت کے باوجود کلاہ سر مبارک سے اتار لی، بیہودہ کلمات بکتے ہوئے پاؤں کے نیچے روندا اور پھر اس کو جلا دیا۔ ہم میں سے بعض اشخاص نے ایک مسلمان سب انسپکٹر کو جو قریب ہی تھا، امداد کے لئے متوجہ کیا مگر افسوس کہ اس نے لیگی ذہنیت کی وجہ سے ابتداءً لطائف الحیل سے کام لے کر کچھ دیر بعد صاف وصریح انکار کر دیا کہ میں اس بڑے مجمع کو قابو میں لانے سے معذور ہوں۔ جب اس پولیس افسر نے اپنی شرعی وقانونی ذمہ داری کا قطعی احساس نہیں کیا تو ہم میں سے بعض مایوسانہ طریقہ پر ورکشاپ کے اینگلو انڈین افسر کے پاس پہنچے، وہ فوراً اسٹیشن پر آیا اور اس نے فی الواقعہ امن و امان قائم کرنے کی بہت کوشش کی، اپنے ماتحت مزدوروں سے یہاں تک کہا کہ خبردار یہ تم

کیا کرتے ہو؟ ہم جانتے ہیں کہ یہ شخص تمہارا بہت بڑا پوپ ہے، زبردست پادری ہے، نہایت نیک آدمی ہے، کیا تم اسی طرح غنڈہ پن سے شراب پی پی کر پاکستان لینا چاہتے ہو؟ دور ہو جاؤ! دفع ہو جاؤ! تمہارے منہ سے شراب کی بو آتی ہے۔ غرض اس افسر نے سب کو سمجھایا مگر کچھ اثر نہ ہوا، اور مدنی صاحبؒ اسی درمیان میں بمشکل تمام ویٹنگ روم میں داخل کئے جانے کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کی طرح مظلومانہ محصور تھے۔ اس ناکامی کے بعد اسٹیشن افسران وغیرہ کی سعی کے ذریعے غنڈوں سے یہ طے پایا کہ مولانا کو اس صورت میں چھوڑا جا سکتا ہے کہ یہ اسی شب دارجلنگ میل سے واپس ہو جائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، حضرت شیخ سوا آٹھ بجے شام سے لے کر ڈیڑھ بجے شب تک پانچ گھنٹے اس مصیبت عظمیٰ میں مبتلا رہ کر دارجلنگ میل سے بھاگلپور کے لئے روانہ ہوگئے۔ پھر بھاگلپور پہنچ کر دوبارہ جو مصیبت آئی وہ بھی اخبارات میں مجملاً آچکی ہے۔ یہ ہے وہ رقت خیز روح فرسا داستان کہ جس سے سوائے لیگی پریس کے ہر شخص مغموم و متأثر ہے اور ارباب لیگ کی طرف سے واقعہ کی تکذیب کی جارہی ہے۔ افسوس صد افسوس :

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہوجاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مولانا ریاض الدین صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ حضرت اپنے دوستوں کو صبر وسکون کے ساتھ تسلی وتشفی دیتے رہے اور فرمایا :

"یہ تو کچھ بھی نہیں، آئندہ ملک کی اس سے بھی زیادہ خراب حالت ہونے والی ہے۔"

حملوں اور سب وشتم کے وقت حضرت شیخ کی کیا حالت تھی؟

مولانا ریاض الدین صاحب فرماتے ہیں کہ چہرے پر قطعاً خوف و ہراس نہ تھا اور مدنی صاحبؒ اکثر مراقبہ کی حالت میں ہو جاتے تھے، یہ بھی معلوم ہوا کہ حضرت

ممدوح سے دیگر حضرات نے تحریری طور پر اجازت طلب کی کہ ہم غنڈوں کے قلع قمع کے لئے حاضر ہیں مگر مولانا مدظلہ نے بلوہ کے اندیشہ اور اپنے اعتماد علی اللہ کی بناء پر اجازت نہیں دی، غالباً حضرت صدیق اکبر ؓ کا وہ واقعہ جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قام الملک ووقع الشیطن فرمایا تھا۔ ممدوح کے پیش نظر تھا۔ یہ تھا عمل بالحدیث ادام اللہ فضلہ وظلہ علی المسلمین والمسترشدین

مقام عبرت ہے کہ جس فرعون بے سامان نے زیادہ فرعونیت سے کام لیا تھا وہ تو اگلے ہی دن تالاب میں غرق ہو کر فوت ہو گیا اور جس پولیس افسر نے اپنی اخلاقی اور قانونی ذمہ داری کو محسوس نہیں کیا تھا اور کھڑے ہوئے کلوخ اندازی وغیرہ کا تماشا دیکھا وہ بھی اپنے نوجوان فرزند کو سپرد خاک کر کے سراپا تماشا بن گیا۔ پھر خدا کی شان کہ جس خیال سے یہ ہڑبونگ مچائی گئی تھی کہ جمعیۃ علماء کی تبلیغ نہ ہو آج بڑے اہتمام سے اسی جگہ جمعیۃ قائم کی جارہی ہے جو لوگ اب تک غنڈے بنے ہوئے تھے اب وہ تائب ہو کر ایک دوسرے کو متہم کر رہے ہیں اور جس جھنڈے کے تحت یہ سب خرافات کی گئی تھیں اسی جھنڈے کی اب اعلانیہ مخالفت شروع کر دی گئی ہے۔ اللہ رے قدرت کیا برعکس معاملہ ہے۔ صالح صاحب لکھتے ہیں :

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابا جان ! آپ کا خط موصول ہوا، ہم لوگ خدا کے فضل سے خیریت سے ہیں۔ ہم لوگوں کے لئے کسی قسم کی فکر نہ کریں، بے فکر ہو کر کام کاج کریں اور ہم لوگوں کے لئے دعا کرتے رہیں۔

جن غنڈوں نے جناب حضرت قبلہ مولانا مدنی ؒ کے ساتھ گستاخی کی تھی وہ لوگ اب اس کا نتیجہ بھگت رہے ہیں۔ بڑے داروغہ کا بڑا لڑکا دوسرے ہی دن قضا کر گیا۔ یہ بات شاید آپ کو معلوم نہ ہو۔ اس کے بعد جس شخص نے حضرت ؒ کے سر مبارک سے ٹوپی اتار کر جلا دی تھی، دوسرے دن وہ بھی تالاب میں ڈوب کر

مرگیا۔ سید پور میں ہلڑ مچ گیا۔ شیان ڈاکٹر اور چتینا سب لوگ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم ہم ان غنڈوں کے ساتھ نہیں ہیں ، ہم لوگوں سے ایسا ذلیل کام نہیں ہوسکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ لیگیوں میں دو فرقے ہوگئے ہیں ، بہت سے لوگ افسوس کر رہے ہیں کہ ایسا کام کرنا لیگیوں کی غلطی ہوئی ہے کہ لوگ لیگ سے ناراض ہوگئے ہیں ـــــ کل بعد جمعہ قرب و جوار کے گاؤں کے سردار لوگ ہمارے گھر آگئے اور تبلیغی جماعت قائم کی اور جمعیۃ علماء ہند کی بھی ایک شاخ قائم کی جس کا صدر آپ کو بنایا گیا ہے اور مرحوم مظہر اللہ منڈل کے لڑکے عبدالکریم منڈل صاحب کو اسسٹنٹ سکریٹری بنایا گیا ہے۔ آس پاس کے لوگوں کے ناموں کی فہرست بھی ہے ،آپ کے گھر آنے پر تمام سردار لوگ آپ کے پاس آئیں گے۔

فقط ــــ صالح

آپ نے دیکھا کہ سچے لوگوں کو اللہ تعالیٰ کس طرح سچا ثابت کرتے ہیں۔ گو تفصیلات کا انتظار ہے مگر تاہم حضرت شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی ؒ کی یہ کیسی زبردست اور کھلی ہوئی کرامت ہے۔

سلہٹ میں قاتلانہ حملہ

حضرت مدنی نور اللہ مرقدہ حسب معمول ۱۹۴۶ء میں سلہٹ تشریف لے گئے۔ رمضان المبارک کے دینی اور روحانی معمولات میں مشغول تھے کہ آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا جس کا چشم دید حال مولانا عبدالحمید اعظمی رکن مرکزی جمعیۃ العلماء ہند کی زبانی ملاحظہ ہو :

''حضرتؒ کے اس آخری سفر سلہٹ میں وہ منحوس دن بھی پیش آیا جبکہ پورے ملک کی طرح یہاں بھی ایک مسلم جماعت کے حکم پر ڈائریکٹ ایکشن ڈے منایا گیا جس میں

اپنے ایک ''خاص مطالبہ'' کے ساتھ قوم پرور مسلمانوں پر وحشیانہ حملہ کرنا بھی شامل تھا۔ چنانچہ سلہٹ میں نئی سڑک کی مسجد میں نماز جمعہ سے فراغت پاتے ہی اس فتنہ کا آغاز ہوا، پوری مسجد نمازیوں کے خون سے لت پت ہوگئی۔ خدا کی براہ راست نگرانی نے حضرتؒ کو محفوظ رکھا ورنہ اسباب وعلل کی دنیا میں حضرتؒ کی زندگی کے آثار نہیں تھے۔ میں نے ہنگامہ فرو ہونے کے بعد حضرتؒ سے تنہائی میں عرض کیا ''آج تو کربلا کی یاد تازہ ہو جاتی مگر خدا نے خیر کی اور حضرت پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوسکی، یقیناً اس قوم نے ظلم کی انتہا کر دی ہے اگر حضرتؒ نے اس پر صبر کیا تو خدا خود اپنی گرفت میں لے کر اس قوم کو تباہ کر دے گا۔ خدارا ان کو اللہ کی گرفت سے بچایئے۔ ارشاد ہوا کیا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ ''ان ظالموں کے حق میں بددعا فرما کر ان سے بدلہ لیں تاکہ خدا براہ راست اپنی گرفت میں نہ لے لے۔'' عجیب لہجہ میں فرمایا ''بھائی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدلہ نہیں لیا تو میں ان کا غلام ہو کر کیا بدلہ لوں، اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں وہ اس قوم کو ہدایت دیں، اس کے سوا اور کیا کہہ سکتا ہوں۔'' (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر۔ص،۸۳)

اکابر خصوصاً حضرت مدنیؒ کے ساتھ اس گستاخانہ طرزِ عمل سے کبیدہ خاطر ہو کر علامہ سید سلیمان ندویؒ نے مسلمانوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا۔

''مذہب اور دین کی حمایت کا نام لیکر عوام کو جوش دلانا اور اس سے اپنا کام نکالنا غلط رہنمائی ہے جس سے مسلمانوں کو سخت

نقصان پہنچے گا۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ مسلمانوں کو ضبط، صبر، ڈسپلن، تنظیم، استقامت، تحمل و برداشت، ایثار، باہمی ہمدردی، عملی وحدت اور اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دی جائے جو سیاست کی جنگ کا سب سے کارگر ہتھیار ہیں۔ صرف زبانی جوش و خروش، گرما گرم تقریریں اور اخباری بحث اور براہ راست دست و گریبان ہونا قوم کی طاقت نہیں، ہماری بحثوں کا موضوع مسائل کا صواب و خطا ہونا چاہئے نہ کہ اشخاص کے محاسن و معائب کا اظہار۔"

(الفرقان، لکھنؤ۔ نومبر، دسمبر ۱۹۹۰ء۔ ص ۱۶)

حضرتؒ کے خلاف جب کبھی ایسے حملے ہوتے تو اس وقت کے عارف باللہ مولانا عبدالقادر رائپوریؒ اور دوسرے حضرات خبر دینے والوں سے پوچھتے کہ "حضرتؒ نے ان کے حق میں بددعا کی یا نہیں۔" جب یہ بتایا جاتا کہ حضرتؒ نے اپنی زبان سے کوئی کلمہ بددعا کا نہیں نکالا تو آپ فرماتے "بس ان حملہ آوروں کو اب اللہ تعالیٰ خود تباہ کر دے گا، کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایسے حملے ہوئے تو آپ نے صبر فرمایا، حملہ آور تباہ اور ہلاک ہوگئے۔" اس کے بعد وہی بنگال جس نے حضرتؒ کی بات اس وقت نہ مانی تھی آخر ۲۵ برس بعد اسی پر عمل کیا۔

یہاں یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ حضرت مدنیؒ "فرد واحد نہ تھے بلکہ لاکھوں انسانوں کے مرشد اور ہزاروں علماء و طلباء کے استاد محترم تھے جن میں ہندوستان، افغانستان، شرق بعید قبائل کے وہ علماء بھی تھے جو حضرتؒ کے اشارہ پر جان قربان کرنے کو سعادت سمجھتے ہیں جن کا مقابلہ یہ بزدل ہرگز نہ کرسکتے مگر حضرت دیگر علماء حق اور اولیاء عظام کی طرح مقام تسلیم و رضا پر فائز تھے، آپ کو قرب رسالت کی نعمت حاصل تھی، آپ مقرب بارگاہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

تھے جیسا کہ بعض سعادتمندوں کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سرزنش بھی ہو جاتی تھی۔ یہاں صرف ایک مصدق واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

''۱۹۳۰ء کی تحریک مدح صحابہ لکھنؤ میں حضرت مدنی '' نے قائدانہ حصہ لیا تھا اور احرار کے پرجوش جان نثار رضا کا بے مثال قربانیاں پیش کر رہے تھے اسی علاقہ کے صوفی محمد ادریس اس تحریک کے سخت مخالف تھے ایک دن وہ اس حال میں مسجد میں آئے کہ بدن پر سرخ کپڑے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اور پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ بھائیو مجھے معاف کر دو میں نے ہمیشہ آپ لوگوں کی مخالفت کی ہے لیکن آج مجھے یقین ہوگیا ہے کہ آپ ہی لوگ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چہیتے اور دلارے ہیں، یہ کہہ کر روتے روتے ہچکیاں بندھ گئیں اور ارد گرد لوگ جمع ہو گئے جب ہوش آیا تو کہنے لگے حسب معمول میں کل دن بھر مجلس احرار کے خلاف پروپیگنڈہ کرتا رہا، رات کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ امین آباد (لکھنؤ کے ایک بازار) میں ایک تخت بچھا ہوا ہے اور ایک سبز پوش بزرگ جن کا چہرہ آفتاب کے مانند چمک رہا تھا تشریف فرما ہیں اور ان کے چاروں طرف ہزاروں نورانی چہروں والے دو زانو بیٹھے ہوئے درود وسلام پڑھ رہے ہیں، اتنے میں میں نے دیکھا کہ مولانا حسین احمد مدنی '' دربار میں حاضر ہوتے ہیں اور کہتے ہیں نانا جان آپ کی امت شیعوں کے پروپیگنڈے سے متاثر ہو کر مجھ پر طرح طرح کے الزام لگاتی ہے اور ہر طرح کی گالیاں دیتی ہے، اس پر حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم نے آبدیدہ ہو کر فرمایا کیا حال ہوگا میری امت کا؟ ایک حسین کو کربلا میں شہید کیا اور دوسرے حسین کو ہندوستان میں ذلیل کر رہے ہیں پھر خواب ہی میں دیکھتا ہوں کہ سڑک پر سرخ پوش مسلمان مدح صحابہؓ پڑھتے ہوئے جا رہے ہیں، آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلایا اور سب کی پیشانیوں کو چوما، میں بھی دوڑا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدم بوسی کروں مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کو دربار سے نکال دو یہ شخص جن کو میں پیار کرتا ہوں ان کو گالیاں دیتا ہے اور جو میرے اصحاب کو گالیاں دیتے ہیں ان کی تعریف کرتا ہے اور ان کو اپنا سردار بناتا ہے آپ نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا جو دو زانو بیٹھے ہوئے تھے اور درود وسلام پڑھ رہے تھے کہ ان کی عزت میری عزت ہے۔"

(حیات وکارنامے۔ص،۳۳۲،بحوالہ الجمعیۃ دہلی۔ یکم اپریل ۱۹۳۹ء)

بریلی کا دلخراش واقعہ

ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء کا پر آشوب دور تھا۔ مسلم لیگ کی تحریک کانگریس کے مقابلہ میں اپنے شباب پر تھی آپ کانگریس کی حمایت میں بریلی تشریف لائے۔ موتی پارک میں جلسہ کا انتظام کیا گیا۔ مغرب کے بعد حضرت تشریف لے گئے تو جلسہ گاہ پر ہو چکی تھی۔ معززین شہر ساتھ تھے۔ خادم بھی ہمرکاب تھا۔ جلسہ گاہ کے باہر لیگ کے ہم خیال لوگوں کا ایک زبردست ہجوم تھا جو مخالفانہ نعرے لگا رہے تھے اور وہ یہ چاہتے تھے کہ جلسہ نہ ہو مگر اس مرد مجاہد نے کسی کی کوئی پروا نہ کی۔ جلسہ کی کارروائی

تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی۔ حضرت نے آیت کریمہ وقال الذین کفروا لا تسمعوا لھذا القرآن والغوا فیہ لعلکم تغلبون ۞ تلاوت فرمائی جو موقع اور محل کے مطابق تھی اس کا ترجمہ فرما کر تقریر شروع فرما دی۔ مخالفین انتہائی بداخلاقیوں پر اتر آئے۔ کولتار کے خالی ڈرم اور ٹین کے کنستر پوری قوت سے بجانے لگے۔ سڑک پر پڑے کیلے کے ڈنٹھل وغیرہ حاضرین جلسہ پر پھینکنے لگے۔

جب ان حرکات کا بھی کوئی اثر نہ ہوا تو ان ناعاقبت اندیشوں نے سنگباری شروع کر دی۔ پولیس کی پوری فورس موجود تھی لیکن چونکہ ضلع افسر لیگی ذہنیت کا تھا۔ اس لئے پولیس کا عدم اور وجود دونوں برابر تھا۔ نتیجہ ایہ ہوا کہ حاضرین جلسہ مضروب ہونے لگے اور مجمع منتشر ہونے لگا۔ حضرت کے جاں نثاروں نے چاہا کہ حضرت کے اوپر کوئی سایہ کرلیں تاکہ آپ کا جسم مبارک محفوظ رہے مگر آپ نے ان لوگوں کو روک دیا اور فرمایا کہ حسین احمد کا سر آپ حضرات کے سروں سے زیادہ قیمتی نہیں ہے۔ آپ اسی سنگباری میں سینہ سپر ہو کر مجاہدانہ انداز میں تقریر فرماتے رہے۔ آخر کار مخالفین نے روشنی کے قمقموں کو پتھر کا نشانہ بنا کر ساری فضا کو تاریک کر دیا۔ مجبوراً جلسہ برخاست کرنا پڑا۔ حضرت الحمدللہ خیر اور عافیت کے ساتھ قیام گاہ پر تشریف لے آئے اور واپسی سے قبل اپنی جانب سے ایک ہینڈ بل شائع فرمایا جو دعاؤں، نصیحتوں سے پر تھا جس کا مضمون اس شعر پر ختم تھا۔

مراد ما نصیحت بود گفتیم

حوالت باخدا کرویم ورفتیم

(راوی حکیم عبدالرشید صاحب بریلی)

بھاگلپور میں گستاخی کرنے والے کا انجام

حضرت مولانا مدنی " بھاگل پور تشریف لائے ہوئے تھے۔ حاجی ایوب

صاحب چلمل کے توسط سے ایک نابینا آیا اور یوں عرض حال کرنے لگا۔ حضرت آپ جب مسلم لیگ کے دور میں تشریف لائے تھے میں ہی وہ شخص تھا جس نے کالی جھنڈی دکھائی تھی اور گالیاں دی تھیں اور پتھر پھینکے تھے۔ میں ابھی راستہ سے بھی نہ لوٹا تھا کہ میری دونوں آنکھیں ضائع ہوگئیں تھیں۔ توبہ کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے رجوع کیا تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مسجد سے کوئی شخص دھکا دے کر نکال رہا ہے۔ حضرت میری دنیا تو برباد ہوگئی اب آخرت کے لئے دعا کر دیجئے میں نے جو کچھ قصور کیا ہے اسے معاف کر دیجئے۔

انداز بیان ایسا تھا کہ تمام حاضرین کے رونگٹے کھڑے ہوگئے۔ حضرت نے بڑی شفقت سے پاس بٹھایا اور تمام حاضرین نے مل کر اس کے لئے دعا کی۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے۔ (الجمعیۃ شیخ الاسلام نمبر۔ ص ،۱۵۰)

میاں ظفر احمد ! تم اپنی گٹھڑی کی خیر مناؤ

ایک مرتبہ سہارنپور میں جمعیۃ علماء ہند کا جلسہ تھا۔ یہ اس وقت کا ذکر ہے جب لیگ اور کانگریس کے ہنگامے شباب پر تھے۔ حضرت اس جلسہ میں تقریر کرنے والے تھے۔ مولانا ظفر احمد تھانوی نے اس وقت سر اٹھا رکھا تھا۔ انہوں نے اعلان کیا کہ میں سیاست میں مولانا مدنی سے مناظرہ کروں گا۔ حضرت کے خدام نے عرض کیا کہ مولانا مدنی سے مناظرہ تو آپ کے بڑے کریں گے آپ تو ہم سے ہی نمٹ لیں۔

مولانا محمد الیاس صاحبؒ امیر التبلیغ نے سنا تو انہوں نے فرمایا کہ میاں ظفر احمد تم تو اپنی گٹھڑی کی خیر مناؤ، مگر وہ کب سننے والے تھے۔ بہرحال حضرت کو تو آپ کے خدام نے یہ کہہ کر واپس کر دیا کہ حضرت آپ کی تقریر کل ہوگی۔ حضرت دیوبند واپس تشریف لے گئے۔ اس کے چند ہی دنوں کے بعد حضرت

تھانویؒ نے مولانا ظفر احمد تھانوی کی خلافت چھین لی۔ اسی چیز کی طرف حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے ''گٹھری کی خیر منائیں'' کہہ کر اشارہ کیا تھا۔

(مولانا احتشام الحسن کاندھلوی)

اولیاء اللہ کی اہانت دین و دنیا کا خطرہ ہے

ایک صاحب کو حضرت تھانویؒ نے کوئی بات ان کی طبیعت کے خلاف کہی تھی۔ تھانہ بھون سے واپس جا کر خط میں لکھا کہ آپ نے میری سخت اہانت کی ہے اگر علم کا ادب مانع نہ ہوتا تو میں اس کا انتقام لیتا۔

اس کے بعد پھر اس کا دوسرا خط آیا جس میں لکھا تھا کہ جس روز سے میں نے وہ کلمات آپ کو لکھے ہیں اسی روز سے میری بینائی گھٹنی شروع ہوگئی اور روز گھٹتی جارہی ہے۔ خوف ہے کہ اندھا نہ ہو جاؤں خدا کے لئے معاف فرمادیں۔

حضرت نے جواب میں تحریر فرمایا ''میں نے تمہیں معاف کر دیا اور تمہارے لئے دعا کرتا ہوں۔''

حضرت مولانا سید سلیمان ندویؒ

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن ندویؒ ''پرانے چراغ'' میں حضرت سید صاحبؒ کے متعلق فرماتے ہیں :

وہ چاہتے تھے کہ فرزندان ندوہ کے سامنے وہی شخصیتیں قابل تقلید اور ملجائے کمال نہ ہوں جو علم و ادب اور تاریخ کے لئے ایک رمز و علامت بن گئی ہیں بلکہ وہ اپنی تحریک کے داعیوں اور اپنی درسگاہ کے بانیوں میں سے ان لوگوں کو بھی مثالی نمونہ کے طور پر سامنے رکھیں اور ان کی پیروی کی کوششیں کریں جو اپنی دینداری اور صلاح اور اپنی دینی و دنیوی اور علمی و ادبی جامعیت میں بھی امتیاز خاص کے مالک تھے، مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ دارالعلوم کی عمارت کے عقبی حصہ سے

نکلتے ہوئے فرمایا کہ مولوی علی صاحب ہر جماعت اور ہر دانش گاہ کے لئے ایک آئیڈیل ہوتا ہے، وہ اس کے تمام افراد کے دل و دماغ اور تخیل پر چھایا ہوا ہوتا ہے، اس سے ان کو اپنی زندگی کے لئے پیام اور اپنے کاموں کے لئے جوش و نشاط حاصل ہوتا ہے، میرے نزدیک دارالعلوم کے لئے آئیڈیل چار شخصیتیں ہوسکتی ہیں۔ مولانا محمد علی مونگیری، مولانا شبلی نعمانی، آپ کے والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی اور نواب سید علی حسن خاں کہ یہ سب علم و دین کے مختلف شعبوں پر حاوی تھے اور ان سے مل کر ایک جامعیت پیدا ہوتی ہے۔ سید صاحب کے ان نئے رجحانات نے طلباء میں وہ مقبولیت اور کامیابی حاصل نہیں کی جو ان کے مقام کے لحاظ سے متوقع تھی بلکہ اس سے ایک ذہنی کشمکش پیدا ہوئی، اس کا نقطۂ عروج و ارتقاء طلباء کی وہ اسٹرائک تھی جو ۱۹۴۳ء میں پیش آئی۔ آغاز اس کا اگرچہ کچھ انتظامی معاملات سے ہوا لیکن اس کے اندر بے اطمینانی اور کشمکش کی یہی روح کام کر رہی تھی، اس اسٹرائک کی قیادت ہمارے بعض عزیز شاگرد کر رہے تھے جو دارالعلوم کے بہترین طلباء تھے اور ان سے ہم نے اور دارالعلوم نے بڑی بڑی توقعات قائم کی تھیں ان میں سب سے زیادہ نمایاں میرے عزیز ترین شاگرد علی احمد کیانی تھے، میں نے اپنے دس سال کے تدریسی دور میں اور اس کے بعد بھی جب میں نے بحیثیت نائب معتمد اور معتمد کے کام کیا اس نوجوان سے زیادہ ذہین، ذی استعداد، اور سلیم الطبع طالبعلم نہیں دیکھا، دوسرے اور تیسرے ہی درجہ سے اس کا یہ حال تھا کہ صرف ونحو کی غلطی اس سے ہونی بہت مشکل تھی، میرے استاد خلیل عرب صاحب نے ایک مرتبہ ان کے امتحان کی کاپی دیکھ کر جب وہ درجہ دوم یا سوئم میں پڑھتے تھے، یہ کہا کہ یہ کاپیاں مجھے دیدو اور جتنا کہو میں ندوہ کے لئے چندہ لے آؤں، چوتھے، پانچویں درجہ میں پہنچ کر وہ برجستہ عربی میں تقریر کرنے لگے تھے۔ حافظہ اس بلا کا تھا کہ ہزاروں شعر اقبال و اکبر اور ظفر علی خان کے نوک زبان تھے۔ میرے بعض عربی

مضامین کا ترجمہ بھی کیا تھا۔ وہ اسٹرائک کے بعد جب کراچی گئے تو اپنی نوعمری کے باوجود کراچی کی علمی مجلسوں میں علامہ کیانی کے نام سے مشہور ہوئے جیسا کہ طلباء کے ہنگاموں میں ہوا کرتا ہے، وہ طوعا و کرہاً طلباء کے نمائندہ اور اسٹرائک کے قائد بن گئے، ان کے سب استادوں کو اور بالخصوص مجھے ان کے اس ہنگامہ میں نہ صرف شریک ہونے بلکہ قائد بننے سے سخت قلق تھا، زیادہ تر اس وجہ سے کہ اس اسٹرائک کی زد سید صاحب کی شخصیت اور ان کی معتمدی پر پڑتی تھی بلکہ وہ اس وقت ندوہ کے حقیقی مربی اور سرپرست اور اس کے لئے سینہ سپر تھے۔ سید صاحب کے دل کو بھی اس ہنگامہ سے بڑی چوٹ لگی، ان کے دل میں ندوہ کی خدمت اور طلباء کی تربیت کی بڑی بڑی امنگیں تھیں۔ ان کو اس سے اپنی تمناؤں کا خون اور اپنی کوششوں کی ناکامی کا منظر نظر آیا اور بہت دل شکستہ اور افسردہ ہوگئے انہیں دنوں میں علی احمد مرحوم پر جنون کا دورہ پڑا اور حالت یہاں تک پہنچی کہ ان کے گھر والوں نے رسیوں سے باندھ دیا، ان کے بھائی میرے برادر معظم ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب مرحوم کو ان کو دکھانے کے لئے گھر لے گئے، میں بھی خصوصی تعلق کی بناء پر ساتھ ہوگیا۔ مرحوم کو جب رسیوں سے باندھا ہوا دیکھا تو آنکھ میں آنسو آگئے کہ یہ نوجوان جو اپنی ذکاوت اور صحیح الدماغی میں اپنے ساتھیوں کے لئے بھی قابل رشک تھا، اس حالت میں ہے، بھائی صاحب نے نسخہ لکھا اور تشریف لے آئے، سید صاحب اس زمانہ میں اتنے دل برداشتہ تھے کہ دارالعلوم میں قیام بھی نہیں فرمایا ہمارے ہی گھر میں مقیم تھے، میں نے ایک مرتبہ تنہائی میں موقع پاکر عرض کیا کہ میرا خیال ہے کہ علی احمد کی زبان سے آپ کی شان میں کوئی لفظ نکل گیا، اس طوفان بے تمیزی میں کچھ بعید نہیں کہ ان پر جذباتیت غالب آئی ہو اور ناگفتنی کا ارتکاب کیا ہو، حدیث شریف میں آتا ہے "من اذی لی ولیا فقد اذنته بالحرب" اور آپ تو ان کے محسن اور مربی تھے سید صاحب نے اس کے جواب میں تواضع اور فروتنی کے الفاظ

فرمائے اور کہا کہ میں کیا چیز ہوں، میں نے دوبارہ عرض کیا اور دعا کی درخواست کی۔ سید صاحب نے اس پر سکوت فرمایا، دوسرے یا تیسرے دن مجھ سے فرمایا کہ مولوی علی صاحب میں نے آپ کے حکم کی تعمیل کر دی، اب اس واقعہ کو سید صاحب کی کرامت سمجھا جائے یا اس کو کسی اور بات پر محمول کیا جائے کہ عزیز موصوف بالکل اچھے ہوگئے اور جہاں تک مجھے علم ہے یہ دورہ پھر کبھی نہیں پڑا، افسوس ہے کہ یہ شعلہ مستعجل بالکل نوعمری میں ۱۹۵۰ء میں گل ہوگیا:

حسرت ان غنچوں پہ ہے جو بن کھلے مرجھا گئے

اوپر جو کچھ ذکر کیے گئے، وہ محض چند ایک واقعات ہیں ورنہ اس قسم کے واقعات کتب تاریخ و سیر اور خود ہمارے گرد و پیش میں بکھرے پڑے ہیں اور ان میں بھی جو کچھ دنیاوی وبال کا ذکر کیا گیا ہے، وہ تو بہت معمولی ہے، ورنہ اصل عذاب تو وہ ہوگا جو مرنے کے بعد دیا جائے گا۔

آخر میں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایک اور ضروری امر کی طرف بھی تنبیہ کر دی جائے، وہ یہ کہ آج کل دنیاوی کاموں میں انہماک نیز ہمت اور قوی کے کمزور ہونے کی وجہ سے عام طور پر لوگ کسی ایک دینی جماعت، تنظیم، ادارے یا فرد کے ساتھ جڑ کر ایک ہی نوعیت کا کام کر پاتے ہیں، جس کا نتیجہ ہماری کم ظرفی اور کم علمی کی وجہ سے یہ ہو رہا ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کو غلط سمجھنے اور دوسروں کی تغلیط اور تضحیک کرنے کا عمومی مزاج پروان چڑھ چکا ہے، اور اس سلسلہ میں اس درجہ بے احتیاطی برتی جاتی ہے کہ اپنے علاوہ دوسروں کو گمراہ سمجھا جاتا ہے، اور اکثر اس سلسلہ میں اہل اللہ اور مخلصین کے بارے میں بھی نازیبا اور گستاخانہ کلام کر دیا جاتا ہے حالانکہ جس طرح گزر چکا کہ اللہ کے نیک بندوں سے خود ناراضگی رکھنا تو کجا ان کے دلوں میں اپنے خلاف ادنیٰ درجہ کی کدورت پیدا ہونے سے بھی پوری پوری کوشش کر کے بچنا چاہیے۔

اللهم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعه وارنا الباطل باطلا وارزقنا

اجتنابه وصلى الله تبارک و تعالیٰ علی احب خلقه

سیدنا و مولانا محمد واله وصحبه اجمعین

DARUL-ULOOM AL-MADANIA

182 Sobieski Street, Buffalo, N.Y. 14212, U.S.A.

Tel : (716) 892-2606 ; Fax : (716) 892-6621

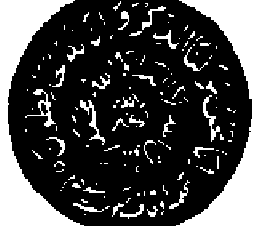

ڈپٹی ایڈمنسٹریٹر [illegible] افسر محکمہ اوقاف سندھ

تصدیق نامہ

بسم اللہ حامداً و مصلیاً اما بعد ہم نے الطاف احمد سنجرانی کی مطبوعہ کتاب "اولیاء اللہ کی اہانت کا وبال" میں درج قرآنی آیات کو بغور چیک کیا۔ الحمد للہ یہ حشو و اعراب کی غلطیوں سے مبرا ہیں۔

خادم تدریس دار العلوم الحسینیہ شہداد پور

دیگر مطبوعات